گوریلا جنگ اور اسلام

تحریر: صوبیدار لطیف اللہ
اے ای سی FGEI، ریجنل آفس، کوئٹہ

گوریلا جنگ کی تعریف: انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں گوریلا جنگ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

The first modern example of guerrilla operations on a large scale was in Spain during the period 1808-1813. It was here that the term"guerrilla" (The Spainsih word for war, Guerra, modified to mean"little war") was coined to describe the small independent unit actions taken by remnants of the defeated Spanish army and its Civilians supporters against the French occupiers.(1)

(وسیع پیمانے پر گوریلا لڑائیوں کی پہلی جدید مثال اسپین میں ۱۸۰۸ء سے ۱۸۱۳ء کے عرصے میں دیکھی گئی تھی۔اس وقت گوریلا اصطلاح جو جنگ کیلئے ہسپانوی لفظ Guerra سے اخذ کی گئی اس کے معنی چھوٹی جنگ کے لیے گئے جو اسپین کی بقیہ شکست خوردہ چھوٹی آزاد یونٹ اور اس کے عوامی مددگاروں نے فرانسیسی قبضہ کرنے والوں کے خلاف کاروائی کو بیان کرنے کیلئے وضع کیا تھا۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لفظ گوریلا کی یہ وضاحت کی گئی ہے:

Member of an irregular military force fighting small scale, limited actions, in concert with an over all plolitical military strategy against legitimate military forces. (2)

ایک بے قاعدہ فوجی قوت کا فرد جو چھوٹے پیمانے اور محدود کاروائیوں کے ذریعے جائز فوجی قوتوں کے خلاف فوج کے مکمل فن لشکر کشی کے تحت لڑ رہا ہو۔

Colliers Encyclopaedia میں گوریلا جنگ کے متعلق یہ وضاحت ملتی ہے:

The term guerrilla(meaning"little war") was originally

used to refer to Spanish Partisans who worked with regular forces during the war against Napoleon. The term has come to be used to describe irregular warfare of a variety of kinds, in which groups of fighters, often working closelywith the civilian community and exploiting local knowledge, take on regular forces in small scale operations designed to wear down and demoralizethe enemy rather than confront him in open conflict.(3).

(گوریلا اصطلاح (بمعنی چھوٹی جنگ) بنیادی طور پر ہسپانوی حامیوں کے ذکر کیلئے استعمال کیا گیا تھا جنہوں نے نپولین کے خلاف جنگ میں باقاعدہ قوتوں کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ یہ اصطلاح متعدد قسم کی بے قاعدہ جنگ وجدل کی وضاحت کیلئے استعمال کی جانے لگی ہے جس میں لڑاکوں کے گروہ اکثر سویلین آبادی کے ساتھ شریک ہوکر مقامی معلومات سے پورا پورا استفادہ کرتے ہوئے باقاعدہ فوجوں کے ساتھ چھوٹے پیمانے کی کاروائیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ چھوٹے پیمانے کی کاروائیاں دشمن کو عاجز کرنے اور اس کے حوصلے کو پست کرنے کیلئے عمل میں لائی جاتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ ظاہری لڑائی میں اس کا آمنا سامنا ہو۔

Webster's third new International Dictionary میں لفظ گوریلا اور گوریلا جنگ کے متعلق درج ذیل صراحت موجود ہے:

Guerrilla(Sp Guerrilla, small war dim of guerra war. irregular war carried on by independent lands. one who carries on or assists in an irregular war or engage in irregular warfare in connection with a regular war, a member of an independent land engaged in predatory excursions in war time, a member of military detachment functioning in the rear of enemy lines esp in guerrilla warfare (4)

گوریلا ہسپانوی زبان میں جنگ کیلئے لفظ Guerra سے لیا گیا ہے۔ ایسی بے قاعدہ

جنگ جو آزاد گروہوں کے ذریعے لڑی جائے۔ایسا فرد جوایک بے قاعدہ جنگ لڑے یا اس میں مدد کرے یا ایک بے قاعدہ جنگ میں مصروف رہے جوایک باقاعدہ جنگ سے متعلق ہوجائے۔ایک آزاد گروپ کا ایسا فرد جو جنگ کے دوران غارتگری کے کاموں میں مشغول ہوجائے۔ایک فوجی دستے کا ایسا فرد جو دشمن کی صفوں کے عقب میں خاص طور پر گوریلا جنگ وجدل میں کام کررہا ہو۔

لفظ گوریلا کی وضاحت کے بعد گوریلا جنگ کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے:

Guerrilla warfare-Military actiojns carried out by small forces in the rear of an enemy with the object of harossing the enemy, interrupting his line of communications and destroying his supplies(5)

گوریلا جنگ وجدل ایسی فوجی کاروائیاں ہوتی ہیں جو چھوٹی قوتوں کے ذریعے دشمن کے عقب میں عمل لائی جاتی ہیں جن کا مقصد دشمن کو ہراساں کرنا' اس کے رسل ورسائل کے مقام پر مداخلت کرنا اور رسد کو تباہ وبرباد کرنا ہے۔

نیوانسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں گوریلا جنگ کے متعلق یوں وضاحت کی گئی ہے:

Guerrilla warfare is a type of warfare characterized by irregular forces fighting small scale, limited actions, generally in conjunction with a larger political military strategy, against orthodox military forces (6)

گوریلا جنگ وجدل جنگ کی ایک ایسی قسم ہے جو بے قاعدہ مسلح دستوں کی خاصیت بیان کرتی ہے جو چھوٹے پیمانے اور محدود کاروائیوں کے ذریعے لڑ رہے ہوتے ہیں لیکن عام طور پر دقیانوسی فوجی قوتوں کے خلاف ایک بڑے سیاسی فوجی اصول کے تحت جڑے ہوئے ہوتے ہیں:

ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا میں گوریلا جنگ کے متعلق یہ رہنمائی ملتی ہے:

Guerrilla warfare, warfare by roving lands of fighters who torment the enemy with arbushes, sudden raids and other small scale attacks. Guerrillas may be organized, but they usually fight in small lands. They most often operate behind

enemy lines and use hit-and-run tactics and sabotage to surprise and torment the enemy. They take advantage of natural features of the terrain such as forests, hills, lakes and rivers to conceal and launch attacks. (7)

گوریلا جنگ وجدل گشتی لڑاکوں کے جتھوں کی جنگ ہے جو دشمن کو کمین گاہوں، اچانک حملوں اور دوسرے چھوٹے پیمانے کے حملوں سے اذیت ودکھ سے دوچار کرتے ہیں۔ گوریلوں کو منظم کیا جاسکتا ہے لیکن وہ عام طور پر چھوٹے گروہوں میں لڑتے ہیں وہ اکثر دشمن کے عقب میں کاروائی کرتے ہیں اور مارو اور بھاگو کی حکمت عملی استعمال کرتے ہیں اور دشمن کو اذیت دینے اور حیرانگی میں ڈالنے کیلئے توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو چھپانے اور حملہ کرنے کی غرض سے علاقے کے قدرتی نقوش مثلاً جنگلات، پہاڑیاں، جھیلیں اور دریاؤں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

گوریلا جنگ کے اصول تزویرات وتدبیرات

گوریلا جنگ کی تعریف میں پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ۱۸۱۳۔۱۸۰۸ء کی اسپین فرانس جنگ میں گوریلا اصطلاح کا آغاز ہوا۔ جب فرانس نے اسپین پر حملہ کیا تو فرانس نے اسپین کی باقاعدہ فوج کو بڑی آسانی سے شکست دے دی۔ قصبوں اور شہروں پر آسانی سے قبضہ کرلیا اور ان کی فوج کو تباہ وبرباد کردیا لیکن فرانس دیہاتی علاقوں پر غالب نہ آسکا کیونکہ اسپین ایک پہاڑی ملک تھا اور بہت زیادہ جنگل تھے، سڑکیں کم تھیں اس وجہ سے فرانسیسیوں کو بے قاعدہ گروپوں کی کاروائیوں سے کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ چنانچہ اٹھارویں صدی سے گوریلا جنگ کا آغاز ہوا اور اس وقت سے لے کر آج تک دنیا کے مختلف حصوں میں گوریلا جنگ وجدل کی کاروائیاں ہوتی رہیں اور سب سے پہلا جرمن آدمی کارل ون کالزوِنز ہے جس نے گوریلا جنگ کے عناصر کی ترکیب کو باقاعدہ عملی صورت میں پیش کیا۔ چنانچہ کالزوِنز کے نزدیک گوریلا جنگ کی کامیاب کاروائی کیلئے پانچ عام حالتیں ہیں:

1st: operation must be conducted in the interior of acountry.

Second: The war's outcome can not ever be considered to hinge on a single battle.

Third: The Theater of war must be extensive.

Fourth: The national consensus must support the war.

Fifth: The affected country's terrain must have irregular, difficult and inaccessible features(8)

اول: جنگ ملک کے اندر جاری رکھنی چاہیے۔

دوم: جنگ کا نتیجہ ایک لڑائی پر منحصر نہیں کیا جا سکتا۔

سوم: جنگ کے ڈرامے کو ایک قابل ذکر علاقے تک پھیلانا چاہیے۔

چہارم: قومی کردار کو جنگ کی امداد کرنی چاہیے۔

پنجم: علاقہ بے قاعدہ، مشکل اور نا قابل رسائی ہونا چاہیے۔

ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا میں گوریلا جنگ کی ضرورت اور اس کے تدبیراتی پہلوؤں پر بڑی عمدہ بحث کی گئی ہے۔ اس انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:

Since ancient times, people have waged guerrilla warfare against invading armies. guerrilla tactics deprived the enemy of food and shelter,destroyed lines of communiction and supply ,and helped organize resistance among the people (9)

(قدیم زمانہ سے لوگوں نے حملہ کرنے والی فوجوں کے خلاف گوریلا جنگ وجدل کی مہم چلائی ہے۔ گوریلا کی جنگی تدبیرات دشمن کو خوراک اور جگہ پناہ سے محروم کرنا، مقام رسل ورسائل اور رسد کو تباہ کرنا اور لوگوں کے درمیان مزاحمت کو منظم کرنے میں مدد دینا شامل ہے۔

انسائیکلوپیڈیا امریکانا میں لکھا ہے:

The militarily weak have traditionally relied upon guerrilla warfare. Throughout most of history it has been a method of defense against invaders, occupiers or colonizers. Its use has been marked by success chiefly when this irregular form of military comleat has been used in conjunction with conventional military forces that were pitted against the same foe. In the second half of the 20th century , guerrilla warfare has had two additional uses - both offensive. (10)

(روایتی طور پر فوجی لحاظ سے کمزور گروپوں نے گوریلا جنگ وجدل پر بھروسہ کیا ہے۔ تاریخ کے اکثر ادوار میں گوریلا جنگ حملہ آوروں، چڑھائی کرنے والوں یا استعماری طاقتوں کے خلاف دفاع کا ذریعہ رہی ہے۔ اس کا

استعمال کامیابی سے ہمکنار رہا ہے۔ خصوصاً جب یہ بے قاعدہ قسم کی فوجی جنگجو قوت کو رسمی فوجی طاقتوں سے ملا کر استعمال کیا گیا جبکہ وہ اسی دشمن کے خلاف برسرِ پیکار رہی تھیں۔ بیسویں صدی کے دوسرے نصف عرصے میں گوریلا جنگ وجدل کے دو اضافی استعمال سامنے آئے جو دونوں جارحانہ نوعیت کے ہیں۔

Collier's Encyclopaedia میں گوریلا تدابیر اور گوریلا جنگ کے متعلق لکھا ہے:

Guerrilla warfare is a strategy of the militarily weak. The militarily weak can not expect to hold or seiz territory through conventional battle. Because the objective is to develop political support, it is important to be mobile, so as to reach as large a segment of the population as possible,but not so mobile as to threaten the guerrilla's own survival. Any engagements with the enemy should be on favorable terms - ambushes rather than set-piece confrontations. Mao explained this approachas early as 1930. Ours are guerrilla tactics-------- divide our forces to arouse the masses, concentrate our forces to deal with the enemy.The enemy advances, we retreat, the enemy camps, we harass, the enemy tires, we attack, the enemy retreats, we pursue.(11)

(گوریلا جنگ وجدل فوجی لحاظ سے کمزور کا ایک فن لشکر کشی ہے۔ فوجی لحاظ سے کمزور سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ روایتی جنگ کے ذریعے علاقے پر قبضہ کر سکے۔ کیونکہ مقصد تو سیاسی تعاون پیدا کرنا ہے۔ لہذا آبادی کے ایک بڑے حصہ تک ممکن رسائی کیلئے متحرک ہونا ضروری ہے لیکن ایسی بھی حرکت پذیری نہ ہو جس سے گوریلوں کی اپنی بقاء کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ دشمن کے ساتھ کسی قسم کی پنجہ آزمائی پسندیدہ اصطلاح گھات لگانا ہونی چاہیے۔ بجائے اس کے کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے آمنا سامنا کیا جائے۔ ماؤ نے اس طریقہ کی ۱۹۳۰ء میں وضاحت کی۔ ماؤ کی گوریلا حکمت عملی یوں ہے۔۔۔ اپنی فوجوں کو عوام کے جگانے کیلئے تقسیم کر دیں۔ دشمن سے معاملہ کے برتاؤ کیلئے اپنی فوجوں کو پیش قدمی کرائی جائے۔ جب دشمن پیش قدمی کرے تو ہم پسپائی اختیار کریں۔ جب دشمن ساکن رہے تو ہم اسے

ہراساں کریں۔ جب دشمن تھک جائے تو ہم حملہ کردیں۔ جب دشمن پسپائی اختیار کرے تو ہم اس کا تعاقب کریں۔

گوریلا جنگ کی تعریف اور اس کے اصول وحربی تدابیر پر مندرجہ بالا تصریحات کے ذریعے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ گوریلا جنگ وجدل ایسی جنگ ہے جس میں کسی قوم کے کمزور، محکوم مظلوم اور مجبور عوام کسی بھی سامراج کے خلاف آزاد وخود مختار دستوں کی صورت میں غیر روایتی انداز میں لڑتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ گوریلا جنگ عوام کی سیاسی مسلح جدوجہد کا نام ہے۔ ایسی جدوجہد جس میں انقلابی قوتیں اپنے عوام پر انحصار کرتے ہوئے دشمن کے خلاف محدود سطح پر کاروائیوں کا آغاز کر کے کمزور کرتے ہیں اور بالآخر اسے بین الاقوامی سطح پر ذلت وشکست اور رسوائی کے بدترین گڑھے میں دھکیل کر قومی وسیاسی مقصد کا حصول ممکن بناتے ہیں۔ اگرچہ ایسی جنگ کا آغاز چند بہادر اور نڈر افراد کرتے ہیں لیکن ان کی جدوجہد کامیابی وکامرانی سے ہمکنار تب ہی ہوتی ہے جب ان کو اکثریتی عوام کی ہر لحاظ سے حمایت حاصل ہو۔ گوریلا جنگ حرکت کی جنگ ہے جو صرف حرکیت وشدت اور حرکت وعمل کے تسلسل کے اصولوں پر کام کرتی ہے جس میں چھوٹے چھوٹے اور بکھرے ہوئے دستے مربوط منصوبہ بندی اور حکمت عملی کے تحت چھاپہ مار کاروائیوں کے ذریعے اپنے دشمن کو پریشانی، خوف وہراس کی سی کیفیت میں مبتلا کرتے ہوئے کسی خاص مقام یا جگہ کا دفاع کیے بغیر لڑی جاتی ہے۔

اسلام میں گوریلا جنگ کا تصور اور سپہ سالار اسلام کی جنگی حکمت عملی

عرب کے میدان میں اسلامی انقلاب کے علمبردار اور انقلاب دشمن دو قوتیں مقابل ہوگئی تھیں۔ ایک فاسد اور ظالمانہ جاہلی نظام سے عوام کو نجات دلا کر امن وانصاف کا دور نو پیدا کرنا چاہتی تھی۔ دوسری فرسودہ جاہلی نظام کو جوں کا توں قائم رکھنے کیلئے اسلامی تحریک کو ملیامیٹ کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ چنانچہ اسلامی انقلاب کے علمبرداروں کو انقلاب دشمن طاقتوں سے چوکس رہنے اور ان سے مدافعت کرنے کی خاطر قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

''یَاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْاخُذُوْاحِذْرَکُمْ فَانْفِرُوْاثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوْاجَمِیْعًا (۱۲)

(اے ایمان والو اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر گروہ گروہ بن کر کوچ کرو یا سب کے سب اکٹھے ہو کر نکل کھڑے ہو)

قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

''اِنْفِرُوْاخِفَافًاوَّثِقَالاً وَّجَاھِدُوْابِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'' (۱۳)

(نکل کھڑے ہو (اللہ کی راہ میں) ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی اور اللہ کی راہ میں اپنی مال وجان سے جہاد کرو)

قرآن مجید کی یہ دونوں آیات مقدسہ جنگ کی تمام انواع واقسام پر دلالت کرتی ہیں۔ مقاصد جنگ کے حصول کیلئے جو بھی طریقہ اور حکمت عملی بروئے کار لائی جاسکتی ہے۔ وہ سب جائز اور درست ہوں گی۔ اس لحاظ سے گوریلا جنگ وجدل بھی ایک طریق جنگ ہے جس میں ایک فریق جو فوجی وسیاسی لحاظ سے کمزور ہوتا ہے اپنے طاقتور فریق مخالف کو مختلف حربی حکمت عملیوں سے شکست وانھزام سے دوچار کرتا ہے۔ گوریلا جنگ وجدل میں چھوٹے چھوٹے دستے اور گروہ مضبوط فوجی حکمت عملی کے تحت اپنے دشمن کے خلاف برسرپیکار ہوکر اس کے عزائم اور منصوبوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ قرآن پاک کی ان دونوں آیات میں گوریلا طریق جنگ اور دوسرے طریقوں کے متعلق رہنمائی ملتی ہے جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ مقاصد جنگ کے حصول کیلئے جو بھی طریقہ اپنے لئے مفید سمجھیں اسی کو اپنائیں خواہ یہ طریقہ چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں اختیار کیا جائے یا اجتماعی صورت میں دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔

''رسول اللہ ﷺ میدان جہاد میں'' کے مؤلف احسان، بی اے اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

> ''مقاصد جنگ کے حصول کیلئے گوریلا طریق جنگ، سبوتاژ، جاسوسی اور پرچہ نویسی سب جائز اور درست ہیں'' (۱۴)

اسلام میں جنگ کا مقصد مظلوم کی دادرسی فتنہ وفساد کی بیخ کنی، ظلم وستم کا خاتمہ اور عدل وانصاف کے ساتھ انسانی حقوق کا تحفظ ہے۔ اور سپہ سالار اسلام رسالت مآب ﷺ کو حق کی حمایت اور باطل کی شکست کیلئے میدان جہاد میں اترنا پڑا۔

محمود شیت خطاب کے بقول: رسول اللہ ﷺ امیر عسکر اور سپہ سالار فوج کی حیثیت سے دو اعتبارات کے پیش نظر ہر زمان ومکان کے فوجی رہنماؤں سے ممتاز نظر آتے ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ آپ ﷺ حد درجہ بلند ہمت اور صاحب عزم وثبات قائد افواج تھے۔

(۱) دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کی ساری جنگیں حمایت حریت عامہ، نشر اسلام اور ارکان اسلام کی صیانت وحفاظت کیلئے تھیں نہ کہ عدوان واغتصاب واستغلال اور ظلم وجور، قتل ونہب اور بندگان خدا کی غلامی کیلئے (۱۵)

سپہ سالار کی ذاتی خصوصیات اور فوج کی قوتوں کو نتیجہ خیز بنانے کیلئے عمدہ جنگی حکمت عملی بھی

بہت ضروری ہے۔بعض اوقات اعلیٰ ترین حکمت عملی سپہ سالار اور فوج کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ سپہ سالار اسلام جنگی حکمت عملی کے لحاظ سے بھی اسی طرح ممتاز ہیں جس طرح آپ ﷺ ذاتی صلاحیتوں اور فوج کو تربیت دینے میں بے مثل ہیں۔حربی حکمت عملی میں آپ ﷺ نے وہ تمام تدابیر اختیار کیں جو میدان جنگ سے پہلے اور دوران جنگ اختیار کی جاتی ہیں۔عصر جدید کی تمام جنگی بحثوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی حکمت عملی کا جائزہ لیا جائے تو آپ ﷺ کا طریق کار مکمل اور کامیاب ترین نظر آتا ہے بلکہ دورِ جدید کے اسلامی گوریلا لیڈروں اور جنگجوؤں پر لازم ہے کہ وہ اپنی گوریلا حکمت عملی کے اصولوں کو سپہ سالارِ اسلام کی جنگی حکمت عملی سے مکمل ہم آہنگ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام جنگوں میں انہی ابتدائی مراحل کے مطابق عمل کیا جن کے باعث آپ ﷺ کی فتوحات پر ایک خاص اثر پڑا۔

محمود شیت خطاب کے بقول: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے جنگی اعمال کی بحث کے وقت بہت سی مثالوں پر غور کیا ہے جن سے جنگ کے ابتدائی دس مراحل کے مطابق آپ ﷺ کا ہر کام مناسب معلوم ہوتا ہے۔وہ ابتدائی مراحل یہ ہیں۔(۱۶)

(۱) مقصد کو متعین کرنا اور اسی کے مطابق عمل کرنا (۲) دشمن پر حملہ کرنا (۳) غیر متوقع حملہ کرنا (۴) طاقت فراہم کرنا (۵) سامان جنگ کی تکمیل (۶) امن (۷) لشکر کشی (۸) تعاون (۹) معنویات کا بندوبست (۱۰) جنگ کے دوران پیش آنے والے امور کا فیصلہ۔

ان حربی اصطلاحات سے استفادہ کیلئے ضروری ہے کہ ان کی وضاحت وتشریح کی جائے لیکن ہر اصطلاح کی وضاحت وتشریح اتنی وسیع ہے کہ وہ بذات خود ایک موضوع کی شکل اختیار کر لے۔ لہذا حاشیہ میں ہر اصطلاح کی مختصر وضاحت کی جائے گی جس سے قارئین، فن حرب کے ماہرین بالخصوص گوریلا جنگجوؤں کیلئے کافی رہنمائی دستیاب ہو سکے گی۔

حضور ﷺ کی حربی حکمت عملی

عہد نبوی ﷺ کی فتوحات کی تہہ میں مسلمانوں کا جذبہ شہادت سرفہرست تھا جس کی مثال دنیا میں پہلے کہیں نہ دیکھی گئی تھی۔یہ حقیقت اپنی جگہ بجا مگر محض جذبہ شہادت جنگوں کی کامیابی کیلئے کافی نہیں ہوتا۔یہ درست ہے کہ مسلمان تعداد اور تجہیزات جنگ میں اپنے دشمنوں سے کم تھے مگر اصل سپہ سالاری کی بلندی تو یہی ہے کہ کم تر تعداد اور کمزور تر ہتھیاروں سے فتح حاصل کی جائے۔

رسول عربی ﷺ کی جنگیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔مدینہ منورہ کی

ایک شہری مملکت اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ دس سال کے اندر دس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبہ فتح کر لیتی ہے۔ اکثر دشمن کی دگنی اور تگنی قوت کے سر غرور کو کچل دیتی ہے اور ساتھ ہی انسانی خون کی حرمت کی ایسی مثال پیش کرتی ہے جس کی نظیر تاریخ کے کسی دور میں تلاش کرنا بے سود ہے اور اس لحاظ سے میدان جنگ میں محمد عربی ﷺ کی حربی مہارت، عسکری صلاحیت، ذاتی شجاعت اور آپ ﷺ کی فوجوں کی اخلاقی حالت کا مطالعہ صرف تاریخ جنگ اور فن حرب کے شائقین کیلئے مفید نہ ہوگا بلکہ ہر مسلمان کیلئے بھی جس پر دنیا کے فتنہ وفساد کے انسداد کی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے بصیرت افروز ثابت ہوگا۔

۱۔ رسول عربی ﷺ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کر دیا جائے تا آنکہ یا تو وہ تعامل کرے یا وہ مزاحمت چھوڑ دے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ابواب کو جن محققین ومفکرین نے ہمارے سامنے بے نقاب کیا ہے ان میں ارض ہندو پاک کے نامور عالم ومحقق ڈاکٹر حمید اللہ ہیں۔ موصوف نے سرور عالم ﷺ کی جنگی پالیسی کو یوں بیان کیا ہے:

''اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نیست ونابود کرنے کی جگہ مجبور کرنا پسند فرمایا'' (۱۷)

دوسری جگہ لکھا ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ ونابود کرنے پر نہیں بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی'' (۱۸)

حضور اکرم ﷺ کی اس حربی حکمت عملی سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ دشمن کی قوت ارادی کو نیست ونابود اور تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا جائے اور یہی گوریلا طریق جنگ کا بڑا مقصد ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ نے اس بات کا بھی پورا پورا خیال رکھا کہ کم سے کم انسانی جانوں کا ضیاع ہو۔ چنانچہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں:

''رسالت مآب ﷺ کے غزوات وسرایا کی تعداد بیاسی (۸۲) ہے۔ ان میں مسلمانوں اور فریق مخالف کے مقتولین کی تعداد ۱۰۱۸ ہے۔ اعداد بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وحشی عرب کو متدین عرب اور ملحد وبت پرست عرب کو موحد ومسلم عرب بنانے، ڈکیتی وخونخواری کی وارداتوں کو روکنے، فرانس سے دو چند بڑے ملک میں امن عامہ کو قائم اور مستحکم بنانے، صدیوں اور نسلوں کی عداوت ومخاصمت کو مٹا کر اخوت وروحانیت کے قائم کرنے، استبدادیت کو فنا کر کے جمہوریت کے استوار کرنے

میں ۱۰۱۸ انفوس کی قربانیاں کی گئیں۔اس کے مقابلہ میں فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں جس قدر قربانیاں کرنی پڑیں۔انگلستان کو پارلیمنٹ کے لینے میں جتنے خون بہانے پڑے ان کا شمار کرو۔(۱۹)

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی حربی پالیسی کا دوسرا اہم پہلو دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی تھا۔قریش مکہ زیادہ تر تجارت پیشہ تھے۔چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے قریش کے تجارتی قافلوں کو روکنے کیلئے مختلف اوقات میں فوجی دستے روانہ کیے۔مدینہ منورہ میں چھ مہینے کے قیام کے بعد آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ حضرت عبیدہؓ بن حارث اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں جو فوجی دستے روانہ کیے ان سے اس مقصد کی تائید ہوتی ہے کہ واقعی مسلمان قریش پر شام کی تجارت کی راہیں مسدود کر دینا چاہتے تھے۔(۲۰)

مولانا ابوالکلام آزاد نے ہجرت مدینہ کو حضور اکرم ﷺ کی مدبرانہ اور دانشمندانہ جنگی پالیسی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ نہ صرف مسلمانوں کیلئے امن کی جگہ تھی بلکہ جغرافیائی اعتبار سے بھی مسلمانوں کیلئے بے حد اہم تھا کیونکہ تجارتی شاہراہ مدینہ منورہ سے صرف اسی (۸۰) میل تھی جہاں سے قریش کے تجارتی قافلے شام آتے جاتے تھے اور اس شاہراہ کو قریش کیلئے اقتصادی شہ رگ کی حیثیت حاصل تھی۔(۲۱)

غزوہ بدر کے بعد قریش پر مسلمانوں کا خوف کچھ ایسا غالب ہو گیا تھا کہ وہ ان کی چھیڑ چھاڑ کے خوف سے عام راستہ پر چلنا گوارا نہ کرتے تھے۔اگرچہ تجارت کی وجہ سے سفر کرنا ان کیلئے ضروری تھا لیکن مجبوری سے ان لوگوں نے شام کا راستہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اختیار کیا۔راستہ نہ جاننے کی وجہ سے قبیلہ بنو بکر کے فرات بن حیان کو رہبری کیلئے اجرت پر مقرر کیا۔اس کے بعد تاجروں کا ایک قافلہ مکہ سے عراق ہوتا ہوا موسم سرما میں روانہ ہوا جس میں ابوسفیان بن حرب وصفوان بن امیہ بھی تھے۔جب آنحضرت ﷺ کو اس قافلہ کی روانگی اور اس کے مال واسباب کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے زیدؓ بن حارثہ کو چند صحابیوںؓ کے ہمراہ روانہ کیا۔زیدؓ بن حارثہ نے نہایت تیزی وعجلت سے شبانہ روز سفر کر کے قافلہ قریش سے مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے۔ابوسفیان وصفوان اور اس کے ہمراہی بھاگ گئے اور مسلمانوں کو بہت سامال غنیمت میں ملا۔(۲۲)

تجارتی نظام میں رکاوٹ پڑنے سے قریش کی اقتصادی ترقی رک گئی جس سے قریش کی جنگی اور دفاعی حیثیت خود بخود کمزور ہو گئی۔دشمن کو اپنی طاقت بڑھانے سے روکنے اور اس کو حق کے سامنے

جھکانے کیلئے اقتصادی ناکہ بندی کا ہتھیار حضور اکرم ﷺ کی جنگی پالیسی کا ایک اہم عنصر تھا جو آپ ﷺ نے تقریباً چودہ سو سال پہلے دشمن پر استعمال کیا اور عصر جدید کی گوریلا جنگوں میں یہ تدبیر اختیار کرنے والے گوریلا جنگجوؤں کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ حربی حکمت عملی بھی سپہ سالارِ اسلام نے اس وقت استعمال کی جب کہ دنیا اس سے بالکل بے بہرہ تھی۔

۳۔ حضور اکرم ﷺ کی جنگی حکمت علمی کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ بدر میں مروجہ طریقہ جنگ یعنی اقدام و پسپائی کا اسلوب ترک کر کے صف بندی کا ایک نیا ڈھنگ ایجاد کیا اور اس طریقے سے قریش کی فوجوں پر غالب آئے جو تعداد کے لحاظ سے تین گنا تھی کیونکہ انہوں نے بدر کی جنگ اسی پرانے طریقہ سے لڑی۔ صف بندی کا نیا طریقہ جو آپ ﷺ نے اپنایا تھا۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ دور کے گوریلے نئے نئے اسلوب اختیار کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ ہم اقدام و پسپائی کا مروجہ قدیم طریقہ جنگ اور آپ ﷺ کا نیا صف بندی کا طریقہ جنگ واضح کردیں تا کہ دونوں طریق جنگ سے واقفیت حاصل کر کے ہم حضور اکرم ﷺ کی حربی مہارت سے استفادہ کر سکیں۔

محمود شیت خطاب کے نزدیک اقدام و پسپائی کا مروجہ قدیم اسلوب اس طرح ہوتا ہے کہ جنگ آزما لوگ اپنی پوری قوت و طاقت سے دشمن پر حملہ کرتے ہیں اور جنگ مغلوبہ کی صورت میں باہم گتھم گتھا ہو جاتے ہیں۔ وہ تلواروں سے لڑتے ہیں، نیزوں سے کچوکے دیتے ہیں۔ پیادے بھی اور سوار بھی اگر دشمن ثابت قدم رہے یا حملہ آور اپنے اندر کسی طرح کی کمزوری محسوس کریں تو پھر وہ پسپا ہو جاتے ہیں اور از سر نو تنظیم کر کے دوبارہ حملہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کبھی حملہ کرتے ہیں۔ کبھی پسپائی اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر کار فتح یا شکست کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ (۲۳)

غزوہ بدر میں قبل اس کے قریش نازل ہوں سپہ سالارِ اسلام ﷺ اپنے اصحاب کو صف بستہ اور برابر کر ہی رہے تھے کہ قریش نکل آئے۔ آپ ﷺ اپنے اصحابؓ کو تیر کی طرح سیدھا کر رہے تھے۔ اس روز آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا جس سے آپ ﷺ ایک طرف اشارہ کرتے تھے کہ آگے بڑھ اور دوسری طرف اشارہ کرتے تھے کہ پیچھے ہٹ یہاں تک کہ وہ سب برابر ہو گئے۔ (۲۴)

صف بندی کے متعلق حدیث نبوی ﷺ میں یوں ارشاد ہے:

"عن ابی اسیدان النبی ﷺ قال لنا یوم بدر حین صففنا لقریش وصفوا لنا اذا اکثبوکم فعلیکم بالنبل" (۲۵)

(حضرت ابواسیدؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے بدر کے دن ہمیں فرمایا جب ہم نے قریش کے سامنے صفیں باندھیں اور انہوں نے ہمارے سامنے صفیں باندھیں۔ جب وہ تمہارے نزدیک آئیں تو ان کو تیر مارو۔

محمود شیت خطاب صف بندی کے متعلق لکھتے ہیں:

''قتال بہ اسلوب صفوف کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لڑائی کرنے والوں کو صف بستہ کیا جاتا ہے، کبھی دو، کبھی تین، کبھی اس سے زیادہ یعنی صفوں کی تعداد حسب ضرورت ہوتی ہے۔ اگلی صفیں نیزوں سے مسلح ہوتی ہیں تاکہ وہ سواروں کا حملہ روک سکیں اور پچھلی صفیں تیروں سے مسلح ہوتی ہیں تاکہ دشمن کی جارحانہ سرگرمیوں کا سدباب کر سکیں''

یہ صفیں اپنے قائد کی سربراہی میں اپنی جگہ قائم رہتی ہیں جب اقدام اور پسپائی کے اصول کے مطابق حملہ کرنے والے دشمن کی سرگرمی کمزور پڑ جاتی ہے تو یہ اقدام کرتی ہیں اور تعاقب کر کے دشمن سے جنگ آزما ہوتی ہیں۔

ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صف بندی کا طریقہ اقدام اور پسپائی کے طریقے سے بہتر اور برتر ہے۔ ترتیب اس امر کی ضمانت ہے کہ سپہ سالار کے ہاتھ میں احتیاطی طاقت موجود ہے اور وہ اس طاقت سے ایسے حالات کا مقابلہ کر سکتا ہے جن کا تعلق اندازے اور تخمینے سے نہیں ہوا کرتا۔ اسلوب صف بندی کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح پوری فوج نگاہ میں رہتی ہے اور اس کی نگرانی کی جاسکتی ہے۔ اپنا بچاؤ بھی کیا جاسکتا ہے اور ایک ہی وقت میں حملہ اور دفاع بھی آسان ہے۔ لیکن اقدام اور پسپائی کے اصول میں سپہ سالار کی جبروت اور بالادستی میں فرق آجاتا ہے اور احتیاط کے پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر جنگ جاری رکھنا اس کیلئے ممکن نہیں رہ جاتا۔ جنگ بدر میں مشرکین پر رسول اللہ کا انتصار اور غلبہ بڑی حد تک صف بندی کے اسلوب کا رہین منت تھا۔ (۲۶)

پھر سپہ سالارِ اسلام نے غزوہ احزاب میں خندق کھود کر نیا طریقہ ایجاد کیا جس کے متعلق دشمنان اسلام نے کہا کہ یہ ایسی تدبیر ہے کہ عرب نہیں کر سکتے۔ ان سے کہا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ ایک فارسی شخص ہے جس نے آپ ﷺ کو اس بات کا مشورہ دیا۔ انہوں نے کہا یہ اسی کی تدبیر ہے۔ (۲۷)

محمد حسین ہیکل حضور اکرم ﷺ کی دفاعی خندق کے متعلق لکھتے ہیں:

''قریش اور عرب قبائل کی فوجیں عازم مدینہ تھیں اور انہیں یہ امید تھی کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحابؓ سے احد کے میدان میں ملاقات ہوگی لیکن انہیں احد کے مقام پر کوئی بھی نظر نہ آیا۔ چنانچہ انہوں نے مدینہ کا رخ کیا۔ یہاں تک کہ خندق کے قریب آ پہنچے اور اس سے ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ عرب ان دنوں میں اس چیز سے بے خبر تھے کہ یہ بھی دفاع کا ایک ذریعہ ہے'' (۲۸)

محمد شیت خطاب سپہ سالارِ اسلام ﷺ کی دفاعی خندق کے متعلق لکھتے ہیں:

''خندق کی کھدائی تمام غیر مسلم عساکر کیلئے ایک نئی اور سراسر غیر متوقع چیز تھی۔ عرب اس اسلوب جنگ سے بالکل ناواقف تھے'' (۲۹)

حضور اکرم ﷺ کی اس دفاعی تدبیر سے دشمنوں کو عبور خندق کی جرات نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ ادھر سے بھی ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا اور یہ سلسلہ کافی دن جاری رہا۔ محاصرہ طویل ہونے کے باعث دشمن کی فوج کا زور ٹوٹ رہا تھا۔ مختلف قبائل کے درمیان وقت کے ساتھ ساتھ بدگمانیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ اس طرح حضور اکرم ﷺ نے پروپیگنڈہ کی نئی حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں پھوٹ ڈلوادی۔ اس مقصد کیلئے حضور اکرم ﷺ نے ایک نومسلم شخص حضرت نعیمؓ بن مسعود کو متعین فرمایا جنہوں نے حدیث:

''الحرب خدعة'' (''لڑائی فریب ہے'' پر عمل کیا) (۳۰)

نعیمؓ بن مسعود ایسی چال چلے کہ ہر گروہ کو ایک دوسرے سے وحشت ہوگئی۔ نعیمؓ بنوقریظہ کے پاس گئے اور سمجھایا کہ تم کو قریش اور بنوغطفان نے احمق بنا رکھا ہے۔ اگر تم کو کامیابی ہوگئی تو وہ مال غنیمت میں تمہارے سہیم و شریک ہوں گے اور اگر کہیں شکست ہوگئی تو یاد رکھنا کہ وہ اپنے ہی وطن و شہر میں پہنچ کر دم لیں گے۔ تم اکیلے یہاں رہ جاؤ گے۔ پھر تم تن تنہا محمد ﷺ اور ان کے ہمراہیوں کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ لہٰذا مناسب یہ ہوگا کہ تم لوگ اس اطمینان کیلئے کہ تمہارے ساتھ وہ ہر حال میں ہی رہیں گے، تم ان کے لڑکوں کو اپنے یہاں رکھ لو۔ بنوقریظہ کے دل میں یہ بات اتر گئی۔

اس کے بعد نعیمؓ بن مسعود ابوسفیان کے پاس پہنچے اور اس کو یہ چڑکا دیا کہ یہود بنوقریظہ تمہاری ہمراہی سے بددل ہو کر محمد ﷺ سے مل گئے ہیں اور ان سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ قریش کے لڑکوں کو ہم بطور ضمانت اپنے قبضہ میں لے کر تمہارے سپرد کر دیں گے۔ جب یہ باتیں ابوسفیان کے بھی ذہن نشین ہوگئیں تو نعیمؓ بن مسعود غطفان کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی باتیں کیں۔ ابوسفیان و غطفان نے

نعیمؓ کی باتوں کی تصدیق کیلئے بنوقریظہ سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ محمد ﷺ کے پڑوس میں رہتے ہو۔ ان کی نقل وحرکات سے بخوبی وقف ہوگے۔ لہذا تم پہلے حملہ کرو۔ بنوقریظہ نے یوم السبت کا حیلہ کیا اور ساتھ یہ پیغام بھیجا کہ جب تک تم اپنے لڑکوں کو ہمارے اطمینان کی غرض سے ہمارے حوالے نہ کردو گے، ہم ہرگز نہ لڑیں گے۔ اس پیغام کے پہنچتے ہی نعیمؓ بن مسعود کی خبر کی تصدیق ہوگئی۔ پس ان کو بنوقریظہ کی طرف سے کھٹکا پیدا ہوگیا۔ اس کے جواب میں قریش نے لڑکوں کے حوالے کرنے سے صاف انکار کردیا لیکن لڑنے پر ان کو مجبور کرنا چاہا جس سے بنوقریظہ کا وہ خیال جس کو نعیمؓ ابن مسعود نے ان کے دماغ میں پیدا کردیا تھا یقین کے درجہ کو پہنچ گیا اور قریش وبنوقریظہ میں نااتفاقی ہوگئی۔ (۳۱)

۴۔ حضور اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی میں مکمل رازداری کا اصول سرفہرست پایا جاتا ہے۔ رازداری کا اصول یوں تو تمام جنگوں میں اپنایا جاتا ہے لیکن گوریلا طریق جنگ میں کامیابی کا انحصار رازداری کے اصول میں مضمر ہے کیونکہ راز کے ظاہر ہوجانے پر فریق مخالف اپنا مناسب دفاع کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ رازداری میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دشمن فوج کے متعلق معلومات بھی حاصل کی جائیں لیکن اپنی عسکری قوت کے متعلق معلومات دشمن تک نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ سپہ سالارِ اسلام ﷺ جنگی منصوبوں کے وقت ان دونوں باتوں کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ معرکہ بدر میں حق وباطل کی افواج لباس، شکل وصورت اور زبان وغیرہ میں گہری مشابہت رکھتی تھیں۔ اس مشابہت کے ہوتے ہوئے دوست ودشمن میں تمیز کرنے کیلئے آپ ﷺ نے خفیہ کلمات کا استعمال کیا۔ لہذا آپ ﷺ نے جنگ بدر میں مسلمانوں کیلئے یامنصورامت کا خفیہ کلمہ استعمال کرکے رازداری سے کام لیا۔ خفیہ کلمات مقرر فرمانے کے علاوہ حضور اکرم ﷺ نے دشمن سے متعلق تمام راز حاصل کیے جن میں دشمن کے پڑاؤ کی جگہ اور تعداد کو اہمیت حاصل ہے۔ اس مقصد کیلئے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، اور سعدؓ بن ابی وقاص کو چاہ بدر پر بھیجا۔ ان لوگوں کو قریش کی پانی بھرنی والی جماعت ملی جن میں ان کے پانی پلانے والے بھی تھے۔ ان لوگوں نے اس جماعت کو گرفتار کرلیا۔ (۳۲)

حضور اکرم ﷺ جنگی منصوبوں میں حددرجہ رازداری سے کام لیتے، جہاد کی تیاری کا اعلان کرتے مگر لڑائی کے فریق اور مقام کو صیغہ راز میں رکھتے حتیٰ کہ ازواج مطہرات پر بھی یہ راز نہ کھولتے۔ فتح مکہ کے وقت آپ ﷺ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا اور اپنے اہل خانہ سے کہا کہ وہ آپ ﷺ کا سامان بھی تیار کریں۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کے گھر آئے اور بیٹی کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تیاری میں لگی ہوئی ہیں۔ ابوبکرؓ نے دریافت کیا: بیٹی کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے

حکم دیا ہے کہ ان کیلئے سامان تیار کرو۔ عائشہؓ نے جواب دیا۔ جی ہاں آپ بھی تیاری کیجئے۔ پھر ابو بکرؓ نے دریافت کیا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ رسول اللہ ﷺ کہاں کا قصد فرمارہے ہیں؟ جواب ملا خدا کی قسم مجھے علم نہیں۔ عین وقت پر حضور ﷺ نے مکہ جانے کا اعلان کیا اور ساتھ یہ دعا بھی کی:

''اللهم خذالعیون والاخبارعن قریش حتی نبغتهافی بلادها'' (۳۳)

(باری تعالیٰ آنکھوں اور خبروں کو قریش سے پکڑ لے یعنی نہ قریش کو ہماری تیاری کی خبر ہو اور نہ وہ ہماری تیاری کو دیکھ ہی سکیں۔ یہاں تک کہ ہم ان کے بلاد پر اچانک حملہ آور ہو جائیں)

رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوے اور جنگ کیلئے نکلنے کا ارادہ فرماتے تو اس کے متعلق اشارہ و کنایہ ہی سے کام لیتے اور جہاں کا قصد فرماتے تو اس کے خلاف دوسرا رخ بتاتے تھے۔ بجز غزوہ تبوک کے کہ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں لمبی مسافت، زمانے کی شدت اور دشمنوں کی کثرت کا ذکر صراحت سے فرمادیا تھا تاکہ اس کیلئے اچھی طرح تیاری کر لی جائے۔ بہرحال آپ ﷺ نے تیاری کا حکم دیا اور بتایا کہ روم کا قصد ہے۔ (۳۴)

محمد حسین ہیکل بھی غزوہ تبوک کے موقع پر طویل مسافت اور موسم کی شدت کے باعث اظہار خیال کرتے ہوئے اس بات کی طرف نشاندھی کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے نزدیک مکمل تیاری کے پیش نظر کھلم کھلا اعلان ضروری تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اس صبر آزما سفر میں زادراہ اور پانی کی بھی اشد ضرورت تھی۔ اس خیال سے کہ مسلمان اس طویل سفر کیلئے پوری پوری تیاری کر سکیں۔ ضروری تھا کہ آپ ﷺ مسلمانوں کو اپنے ارادے سے مطلع کریں۔ اس خلاف معمول طرز عمل پر کاربند ہوئے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ اکثر اوقات فوج کو کسی غیر مقصود راستے سے کوچ کا حکم دیا کرتے تھے تاکہ دشمن آپ ﷺ کے عزائم سے مطلع نہ ہو سکے۔ (۳۵)

چنانچہ اسی حقیقت کے پیش نظر آپ ﷺ نے خلاف معمول کوچ سے قبل رومیوں کے خلاف جانے کا کھلم کھلا اعلان کرنا مناسب سمجھا۔

''عن کعبؓ بن مالك قال لم یکن رسول الله ﷺ یرید غزوة الاوری بغیرها حتی کانت تلك الغزوة یعنی غزوة تبوك غزاها رسول ﷺ فی حر شدید واستقبل سفراً بعیداً ومفازاً

وعدوًا كثيرًا فجلى للمسلمين ليتاهبوا اهبة غزوهم فاخبرهم بوجهه الذى يريد"(۳۶)

(کعبؓ بن مالک کہتے ہیں کہ نبی کریمﷺ کو بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ کسی جہاد کا رادہ کریں اور صحیح مقام نہ چھپائیں۔ جب غزوہ تبوک جانے لگے تو ان دنوں سخت گرمی تھی اور سفر بھی دور دراز جنگل کا درپیش تھا اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے نبی کریمﷺ نے صاف صاف مسلمانوں کو کہہ دیا کہ میں تبوک جانا چاہتا ہوں تا کہ وہ دشمن کے مقابلے کے مطابق تیاری کر لیں اور جس طرف جانا تھا وہ بھی کہہ دیا۔

۵۔ حضور اکرمﷺ کی جنگی حکمت عملی کا ایک پہلو نفسیاتی دباؤ ہے۔ نفسیاتی دباؤ دراصل آج کل کی اصطلاح میں نفسیاتی جنگ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ گوریلا جنگ وجدل میں نفسیاتی دباؤ سے دشمن کی فوج کا حوصلہ پست کیا جاتا ہے اور قتل وخونریزی کے بغیر اپنا ہدف حاصل کیا جاتا ہے۔

جب کفار مکہ صلح حدیبیہ کے عہد کی پاسداری کرنے میں ناکام ہوئے تو آنحضرتﷺ نے مناسب خیال کیا کہ اہل مکہ کو اتنی فرصت نہ دی جائے کہ وہ آپﷺ کے مقابلے کی تیاری کر سکیں۔ گو وہ اپنی فوجی طاقت اور خدائی امداد سے مطمئن تھے تاہم ان کی خواہش تھی کہ اہل مکہ پر ناگہانی حملہ کر دیا جائے تا کہ انہیں مدافعت کا موقع ہی نہ ملے اور وہ کشت وخون کے بغیر ہتھیار ڈال دیں۔ اس لئے آپﷺ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اس طرح دس ہزار کا لشکرِ اسلام مدینہ سے عازم مکہ ہوا۔

جب حضور اکرمﷺ مرالظہران میں اترے تو عشاء کا وقت تھا۔ آپﷺ نے لشکر میں آگ جلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ دس ہزار جگہ آگ روشن ہوئی۔ حضرت عباسؓ حضور اکرمﷺ کے سفید خچر پر سوار ہوئے اور کسی مخبر کی تلاش میں نکلے تا کہ قریش کو اطلاع دی جائے کہ وہ حضور اکرمﷺ کے دخول مکہ سے قبل ہی امان کی درخواست پیش کریں۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں جا رہا تھا کہ میں نے ابوسفیان اور بذیل بن ورقاء کی گفتگو سنی۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا۔ میں نے آج کی رات سے زیادہ کبھی بھی نہ آگ دیکھی اور نہ لشکر۔ بذیل نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم یہ بنوخزاعہ کا لشکر ہے جو جنگ کے ارادہ سے آیا ہے۔ ابوسفیان بول اٹھا بنوخزاعہ تو بہت کم تعداد میں ہیں۔ اس قدر آگ اور لشکر ان کا نہیں ہو سکتا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کی آواز پہچان لی اور کہا اے ابوحنظلہ اس نے میری آواز بھی پہچان لی جواب میں پوچھا کیا تو ابوالفضل ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا یہ

رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ہمراہ ہیں اور قریش کی بربادی آ گئی۔(۳۷)

اب ابوسفیان مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی تنگ وادی میں جس کا رخ مکہ کی جانب تھا مقید رکھا جائے تا کہ وہ لشکر اسلام کو وہاں سے گزرتا ہوا دیکھے اور ان کی کثرت اور بے پناہ قوت کا تذکرہ اپنی قوم سے کرے۔ اگر ابوسفیان کو یہ سب کچھ دیکھے بغیر مکہ جانے دیا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ اہل مکہ تیاری میں مصروف ہو جاتے۔ لشکر اسلام کے فوجی دستے ابوسفیان کی نگاہوں کے سامنے سے گزرے لیکن اس سبز رنگ دستے کے سوا جو آنحضرت ﷺ کے جلو میں تھا اور کسی دستے نے اس کی توجہ اپنی طرف منعطف نہ کی یہ دستہ فوج مہاجرین وانصار پر مشتمل تھا جو اس قدر مسلح تھے کہ صرف ان کی آنکھیں خودوں کے نیچے سے نظر آتی تھیں۔ ابوسفیان نے جب انہیں دیکھا تو حضرت عباسؓ سے کہا۔ کوئی فوج ان کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکتی۔ بخدا کل تیرے بھتیجے کی مملکت کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہو جائے گا۔ بعد ازاں ابوسفیان نے اپنی قوم کو بآواز بلند پکارا۔

> اے گروہ قریش حضرت محمد ﷺ ایک طاقتور لشکر لے کر آئے ہیں جس کے مقابلے کی طاقت تم میں نہیں۔ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اسے امان ہوگی اور جو شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے گا وہ بھی مامون ہوگا۔ پھر جو شخص کعبے میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امان ملے گی۔(۳۸)

حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے وقت رات کے وقت آگ جلوا کر دشمن پر مسلمانوں کی تعداد زیادہ ظاہر کر کے دشمنوں کو مسلمانوں کی قوت سے مرعوب کرنے کا مقصد حاصل کیا۔ پھر ابوسفیان کو پہاڑ کی ٹیکری پر بٹھا کر اسلامی دستوں کو گزارنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کی قیادت کو مرعوب کیا جائے اور یوں طاقت کے استعمال اور خون ریزی کے بغیر محض نفسیاتی محاذ سے دشمن کو شکست دی جائے۔ پھر مکہ میں داخلہ کے وقت نبی کریم ﷺ نے اعلان کرایا کہ جو شخص گھر کا دروازہ بند کرے ابوسفیان کے گھر پناہ لے یا حرم میں داخل ہوا اس کو امن ہے۔ امن کیلئے مخصوص کیے گئے مقامات کے اعلان سے آپ ﷺ نے دو فائدے حاصل کیے۔ پہلا فائدہ تو یہ ہوا کہ ہتھیار رکھنے والوں اور مزاحمت کرنے والوں میں امتیاز ہو گیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ دشمن کی قوت کو نبی کریم ﷺ نے ایک مرکز کی جگہ تین مقامات میں تقسیم کر دیا جس سے دشمن منتشر ہو کر اجتماعی طور پر مدافعت کے قابل نہ رہا۔ چنانچہ حدیث نبوی ﷺ ہے:

"عن عبداللہ بن رباحؓ قال رسول ﷺ من دخل دار ابی سفیان فھو

امن ومن القی السلاح فھو امن ومن اغلق بابہ فھو امن"(۳۹)
(حضرت عبداللہ بن رباح سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ابوسفیانؓ کے گھر داخل ہو جائے اس کو امن ہے اور جو ہتھیار ڈال دے اس کو امن ہے اور جو کوئی اپنا دروازہ بند کر دے اس کو امن ہے)

۶۔ حضور اکرم ﷺ کی حربی حکمت عملی کا ایک اہم اصول غیر متوقع حملہ ہے اور غیر متوقع حملے کی مثال غزوہ بنولحیان ہے۔

پہلے رسول اللہ ﷺ نے اپنی فوجوں کا رخ شمال کی طرف کیا۔ شام کے مقابل تاکہ قریش اور بنولحیان آپ ﷺ کی اصلی نقل وحرکت معلوم نہ کر سکیں۔ جب مسلمانوں کے شمال کی طرف کوچ کرنے کی خبریں مشہور ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے ناگہانی طور پر پلٹ کر بنولحیان پر حملہ کر دیا اور اس طرح ان کو مقام کے لحاظ سے مغالطہ دیا۔ (۴۰)

غزوہ خیبر کی غرض سے جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے نکلے تو آپ ﷺ نے ایک غیر معروف راستے سے لشکر کو گزارا۔ ابن اسحاق نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ سے خیبر جانے کو نکلے تو عصر پہاڑ کے راستے چلے۔ پھر آپ ﷺ صہبا پہنچے۔ اس کے بعد لشکر لے کر ایک وادی بنام رجیع میں آپ ﷺ نے منزل کی۔ یہ منزل خیبر اور غطفان کے درمیان تھی۔ مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ غطفان اور اہل خیبر کے درمیان حائل ہو جائیں اور اول الذکر (غطفان) آخر الذکر کو کوئی کمک نہ پہنچا سکیں (۴۱)

آپ ﷺ نے اس طرح کی نقل وحرکت سے پہلے تو غطفان کو اس شبہ میں ڈالا کہ آپ ﷺ کا رخ ان کی طرف ہے اور دوسری طرف یہود خیبر اس وہم میں مبتلا اور مطمئن رہے کہ آپ ﷺ کا رخ یہود کی طرف نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ایک ہی کام سے دونوں کو مغالطہ دیا اور ان دونوں کو مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرنے سے روک دیا۔ (۴۲)

مسلم فوج رات کے وقت خیبر میں اتنی رازداری کے ساتھ داخل ہوئی کہ یہود کو بالکل پتہ نہ چل سکا۔ چنانچہ روایت ہے:

"عن انسؓ بن مالك ان رسول الله ﷺ غزا خیبر قال فصلینا عندھا صلوۃ الغداۃ بغلس"(۴۳)
(حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کا جہاد کیا تو ہم نے صبح کی نماز خیبر کے پاس اندھیرے میں پڑھی)

ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے اس شخص نے جسے میں متہم نہیں کرتا۔ انسؓ ابن مالک کی روایت بیان کی کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ کسی قوم سے جنگ کرتے۔ اس پر صبح کے وقت چھاپا مارتے تھے۔ اگر (کسی بستی سے) اذان کی آواز سنتے تو چھاپا مارنے سے رک جاتے۔ اگر اذان کی آواز سنائی نہ دیتی تو (صبح کے وقت) چھاپا مارتے۔

بہر حال ہم لوگ رات کے وقت خیبر پہنچے۔ رات گزاری۔ صبح ہوئی اور اذاں کی آواز نہ آئی تو رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہم بھی سوار ہو گئے۔ میں ابوطلحہ کے پیچھے پیچھے تھا اور میرا قدم رسول اللہ ﷺ کے قدم سے مس کر رہا تھا۔ ہم نے دیکھا خیبر کے کام کرنے والے صبح ہی صبح ہمارے سامنے سے گزرے۔ یہ آپنے بیلچے اور ٹوکریاں لئے ہوئے نکل رہے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور لشکر کو دیکھا تو بولے "محمد ﷺ اور ان کے ساتھ لشکر" پیٹھ پھیر کر بھاگے۔ انہیں بھاگتا ہوا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرین"

اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی چیخیں بہت بری ہوتی ہیں جنہیں انذار کیا گیا ہو۔ (۴۴)

اندھیرے اور بے خبری میں دشمن کو جا لینے سے نبی اکرم ﷺ نے مدمقابل کو جارحانہ کاروائی سے باز رکھ کر محض اپنے دفاع پر مجبور کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ حربی حکمت عملی گوریلا طریق جنگ کی طرف پیش قدمی کا اہم ثبوت ہے۔

وقت کے لحاظ سے غیر متوقع حملہ کی مثال غزوہ بنو قریظہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف ایسے وقت میں کوچ کیا کہ انہیں اس وقت آپ ﷺ کے حملے کی کوئی توقع نہ تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے معنویات مورال کو مفلوج کر دیا اور جارحانہ پوزیشن کو آپ ﷺ نے معرکہ کے آخر تک اپنے ہاتھ میں محفوظ رکھا۔ (۴۵)

آپ ﷺ نے طائف کے محاصرے میں دو نئے ہتھیاروں منجنیق اور دبابہ سے کام لے کر اسلوب جنگ کے لحاظ سے ایک غیر متوقع حملہ کیا۔ (۴۶)

بہترین اور ماہر ترین سپہ سالار وہ ہے جو اپنی تمام جنگوں میں کوئی نہ کوئی غیر متوقع چیز پیش کرے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام جنگوں میں ایسا ہی کیا ہے۔ اور یہی وہ اہم چیز ہے جو عام جنگ اور گوریلا جنگ کے درمیان تدبیرات کے لحاظ سے فرق و امتیاز کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

۷۔ حضور اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی کا ایک اہم عنصر طاقت کا اجتماع اور فوج کی تدریب جید ہے۔ طاقت کے اجتماع سے مراد یہ ہے کہ اپنی سب سے بڑی قوت یعنی جسمانی و مادی قوت کو اکٹھا کیا جائے اور ان سے ہر وقت اور ہر جگہ میں کام لیا جائے۔ جس دن سے آنخضرت پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی اسی دن سے آپ ﷺ نے دعوت اسلامیہ کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں سرگرمی کے ساتھ کام کرنا شروع کیا۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ حسنہ سب کو اختیار کیا۔ اس دعوت کے پھیلنے کا دوسرا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کی قوت بڑھے اور ان کی طاقت پوری طرح مجتمع ہو جائے۔ مدینہ منورہ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت دراصل تمام وسائل قوت کو ایک جگہ مرتکز کرنا تھا۔

میجر جنرل اکبر خان ہجرت کے بارے میں مختلف توجیہات کا ذکر کرنے کے بعد راقم طراز ہیں:

ہمارے مقصد کیلئے یہ اسباب و وجوہ کافی ہیں۔ انہیں ہم اس بات کی دلیل میں پیش کر رہے ہیں کہ آنخضرت ﷺ نے اپنے دفاعی منصوبہ کا نام ہجرت رکھا تھا اور اس میں مصلحت یہ تھی کہ دشمنوں کو غلط فہمی ہو اور وہ یہ سمجھیں کہ آنخضرت ﷺ میدان چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صحابہ کرامؓ کو اس کا علم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسلامی سنہ واقعہ ہجرت سے شروع کر کے اس کی اہمیت کا اعلان کیا۔ دنیا میں آج تک کسی قوم نے اپنی شکست یا کمزوری کی دائمی یادگار نہیں قائم کی۔ یہ انسانی نفسیات کے خلاف ہے۔ (۴۷)

مدینہ منورہ دراصل دفاعی مرکز کی حیثیت اختیار کر رہا تھا اس وقت تک جہاد کی اجازت نہ ملی۔ جب تک پوری قوت مجتمع نہ ہوگئی۔ اس طرح ہم بیعت عقبہ ثانیہ کو دیکھتے ہیں کہ کس طرح مشرکین کو اس بیعت کا حال معلوم ہو گیا اور انصار کس طرح بے پرواہ تھے۔ عباسؓ بن عبادہ نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ اگر آپ ﷺ چاہیں تو ہم اہل منیٰ پر اپنی تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں حالانکہ اس شب کو سوائے (عباس بن عبادہ) کے اور کسی کے پاس تلوار نہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ لہذا تم جلدی اپنے کجاووں میں چلے جاؤ۔ (۴۸)

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنے انتظامات مکمل کر لیے اور مدینہ کی دفاعی حیثیت معاہدے کی بدولت مستحکم ہوگئی تو پھر آپ ﷺ نے لڑائی شروع کی۔ گوریلا طریق جنگ میں بھی

اس وقت تک کوئی کاروائی عمل میں نہیں لائی جاتی جب تک گوریلے لڑاکے اپنی طاقت مجتمع نہ کر لیں۔

طاقت کے اجتماع کے ساتھ ساتھ ہمیں حضور اکرم ﷺ کے حربی اسوۂ حسنہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ میں جذبہ قتال کو موجزن کرنے کے خدائی فیصلے کو باحسن طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جس میں آپ ﷺ کو مخاطب فرما کر یوں ارشاد ہوا:

"یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْامِائَتَیْنِ ۚ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌیَّغْلِبُوْٓا اَلْفًامِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْابِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّایَفْقَھُوْنَ" (۴۹)۔

(اے نبی ﷺ ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ، اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے۔ اس واسطے کے وہ بے سمجھ لوگ ہیں)

جذبہ جہاد سے صحابہ کرامؓ کو سرشار کرنے کے بعد آپ ﷺ سامان حرب وضرب کی فراہمی اور حصول کی طرف ہمہ تن مصروف ہو گئے کیونکہ سامان حرب وضرب کی موجودگی میں دشمن خوفزدہ اور مرعوب رہتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَاَعِدُّوْالَھُمْ مَّااسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍوَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّاللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ ۚ لَاتَعْلَمُوْنَھُمْ ۚ اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ ؕ وَمَاتُنْفِقُوْامِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتُظْلَمُوْنَ" (۵۰)

(تم ان کے مقابلے کیلئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے ہو اللہ انہیں خوب جان رہا ہے جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا)

طاقت وقوت کی تفسیر آپ ﷺ نے حدیث میں یوں بیان فرمائی ہے:

"عن عقبۃ بن عامر قال سمعت رسول اللہ ﷺ وھو علی المنبر یقول واعدوالھم مااستطعتم من قوۃ الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ

الرمی" (۵۱)

(حضرت عقبۃ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا اور کافروں کیلئے جس قدر تم کو طاقت ہو قوت تیار کرو۔ خبردار قوت تیراندازی ہے خبردار قوت تیراندازی ہے خبردار قوت سے مراد تیراندازی ہے)

جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ہوازن سے مقابلے کیلئے روانگی کا عزم فرمایا۔ اس وقت آپ کو بتایا گیا کہ صفوان کے پاس زرہیں اور اسلحہ موجود ہے۔ یہ ابھی تک مشرک ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے سو زرہیں اور اتنا اسلحہ مستعار لیا (۵۲)

جنگ حنین اور طائف کے محاصرے میں عروہؓ ابن مسعود اور غیلانؓ بن سلمہ شریک نہیں ہوئے تھے۔ یہ دونوں جرش (یمن کی ایک نوآبادی) میں دبابہ منجنیق اور ضبر چلانے کا فن سیکھ رہے تھے۔ دبابہ آلات حرب میں سے ایک آلہ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ لکڑی پر چمڑا منڈھ لیتے تھے اور آدمی اس میں بیٹھ کر بہ حفاظت قلعے کی دیواروں تک پہنچ جاتے تھے۔ منجنیق سے بڑے بڑے پتھر قلعوں کے اندر پھینکتے تھے۔ ضبور واحد ضبر کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ یہ صف بندی اور حفاظت کا ایک طریقہ تھا جس میں ڈھالیں جوڑ کر حفاظتی دیوار بن جاتے تھے۔ بعض اسے بھی دبابہ جیسا ایک آلہ بتاتے ہیں۔ (۵۳)

آپ زمانے کے مروجہ حالات کے مطابق آلات حرب وضرب کی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ کو تیراندازی، اسپ رانی اور دوسرے اسی طرح کے امور کی ترغیب دیتے رہے۔ لیکن قوت وطاقت کی تفسیر حالات اور ادوار کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ ایٹمی دور میں تیر وکمان کا حصول آیت کے مطابق سمجھنا قرآنی حکمت کے خلاف ہے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو صرف تیراندوزی اور اسپ رانی کی مشق ہی نہیں کرائی بلکہ انہیں مسلسل سفر جنگ کے اسالیب مختلفہ، پہرے داری اور طلایہ گردی کے فرائض انجام دینے کی بھی تواتر کے ساتھ مشقیں کرائیں جنہیں آج کل مشق اجتماعی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مسیر الاقتراب میں تشکیلات مناسبہ کا اپنے جملہ غزوات میں آپ ﷺ نے استعمال فرمایا۔ اس طرح آپ ﷺ نے فوجوں کو خود کار سروسامان تحفظ مہیا فرما دیا اور دشمن کے غیر متوقع اور ناگہانی حملے کی زد سے بچنے کا گر سکھا دیا۔ (۵۴)

۸۔ حضور اکرم ﷺ کی جنگی پالیسی طلایہ گردی کے نظام پر مشتمل تھی۔ آپ ﷺ نے ہجرت

مدینہ کے بعد طلایہ گردی کیلئے فوجی دستوں کی ترسیل شروع کردی۔غزوہ بدر سے پہلے آپ ﷺ نے طلایہ گردی کیلئے جو فوجی دستے روانہ کیے ان میں سب سے پہلا دستہ ہجرت کے ساتویں مہینے میں حضرت حمزہؓ کی سرکردگی میں تیش (۳۰) مہاجرین پر مشتمل تھا۔بعض کا قول ہے کہ نصف مہاجرین تھے اور نصف انصار لیکن اجماع اسی پر ہے۔کہ سب مہاجرین تھے۔(۵۵)

ہجرت کے آٹھویں مہینے میں حضرت عبیدہؓ بن الحارث کی سرکردگی میں دوسرا فوجی دستہ ساٹھ مہاجرین کے ہمراہ روانہ کیا گیا۔ان میں کوئی انصاری نہ تھا۔(۵۶)

ہجرت کے نویں ماہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی قیادت میں تیسرا فوجی دستہ بیس (۲۰) مہاجرین کی ہمراہی میں بھیجا گیا۔اس دستے میں بھی کوئی انصای نہ تھا۔(۵۷)

ہجرت کے گیارہویں مہینے میں آپ ﷺ بہ نفس نفیس غزوۃ الابواء کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے مدینہ پر سعدؓ بن عبادہ کو خلیفہ بنایا اور صرف مہاجرین کے ہمراہ روانہ ہوئے جن میں کوئی انصاری نہ تھا۔آپ ﷺ قافلہ قریش کو روکنے کیلئے الابواء پہنچے مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔آپ ﷺ الابواء اور ودان دونوں جگہ ٹھہرے ان دونوں میں چھ میل کا فاصلہ ہے۔اسی غزوہ میں آپ ﷺ نے بنی ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو الضمری سے مصالحت فرمائی کہ نہ آپ ﷺ بنی ضمرہ سے جنگ کریں گے اور نہ وہ آپ سے لڑیں گے۔نہ آپ کے خلاف لشکر جمع کریں گے اور نہ دشمن کو مدد دیں گے۔فریقین کے درمیان ایک عہد نامہ تحریر کیا گیا۔(۵۸)

ربیع الاول دو ہجری میں آپ ﷺ قریش کے تجارتی قافلے کو روکنے کی غرض سے دوسو افراد کی معیت میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ان میں مہاجرین و انصار دونوں شامل تھے۔آپ ﷺ نے مدینہ پر سائبؓ بن عثمان کو عامل مقرر فرمایا۔آپ ﷺ کوہ رضوی کے دامن میں مقام بواط پر پہنچے لیکن قریشی قافلہ دوسری راہ سے نکل گیا۔(۵۹)

ہجرت کے سولہویں مہینے میں رسول اللہ ﷺ کا غزوہ ذوالعشیرہ ہوا۔آپ ﷺ نے مدینے میں ابوسلمہؓ بن عبدالاسد المخزومی کو اپنا جانشین بنایا اور ڈیڑھ سو یا بروایت دیگر دوسو مہاجرین کے ساتھ روانہ ہوئے۔آپ ﷺ اس دفعہ بھی قافلہ قریش کو روکنے کیلئے نکلے۔(۶۰)

غزوہ عشیرہ کے بعد مدینہ میں آنحضرت ﷺ نے تقریباً دس راتیں قیام فرمایا ہوگا کہ کرز بن جابر فہری نے مضافات مدینہ پر شب خون مارا۔اس خبر کے سنتے ہی آپ ﷺ مدینہ سے اس کے تعاقب میں نکلے۔یہاں تک کہ اطرافِ بدر پر آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے کرز بن جابر یہاں سے

کوچ کر گیا اور آپ ﷺ مدینہ واپس لوٹ آئے۔(۶۱)

ماہ رجب میں رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کے سترھویں مہینے کے شروع میں نخلہ کی جانب عبداللہؓ بن جحش الاسدی کا سریہ ہوا۔انہیں آپ ﷺ نے بارہ مہاجرین۔کے ہمراہ بطن نخلہ کو روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ قافلہ قریش کی گھات میں رہیں۔(۶۲)

حضور اکرم ﷺ کے ان فوجی دستوں کی ترسیل پر ذرا غور سے نظر دوڑائی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان دستوں میں اکثر افرادی قوت مہاجرین پر مشتمل تھی اور انصار کی تعداد بہت کم شامل رہی ہے جو اس بات کا نمایاں ثبوت ہے کہ مہاجرین مدینہ منورہ کے اردگرد کے علاقے اس کی بستیوں اس کے نشیب و فراز اس کے راستوں اور اس کے چشموں سے براہ راست واقفیت حاصل کر سکیں کیونکہ انصار تو پہلے ہی سے مدینہ منورہ کے طبعی خدوخال سے بخوبی واقف تھے۔مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد کے علاقے کی جغرافیائی حیثیت اور اس کے طبعی خدوخال سے واقفیت گوریلا طریق جنگ کی کامیابی و کامرانی کیلئے بہت اہمیت کی حامل تھی۔

محمود شیت خطاب طلایہ گردی کے دستوں کی ترسیل کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان دستوں کے باعث مسلمان ان راستوں سے بخوبی واقف ہو گئے جو مدینہ کو گھیرے ہوئے تھے اور مکہ تک جاتے تھے۔خصوصاً قریش کے اس تجارتی راستے سے واقفیت بہم پہنچ گئی جو مکہ سے شام کو جاتا تھا اور جس پر قریش کی زندگی کا دارومدار تھا۔

ایک فائدہ جو ان طلایہ گردوں کے باعث حاصل ہوا یہ تھا کہ مسلمان ان قبائل سے متعارف ہو گئے جو ان راستوں پر قابض تھے یا یہاں بودوباش رکھتے تھے۔اس تعارف کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے کئی سے دوستی کے معاہدے بھی ہو گئے۔(۶۳)

جو فوجی دستہ حضرت عبداللہؓ بن جحش کی سربراہی میں مہاجرین کی جماعت کے ہمراہ بھیجا گیا تھا اسے ایک تحریری خفیہ فرمان دے کر یہ حکم دیا گیا کہ دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد اسے پڑھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ساتھیوں میں سے کسی کو اس کام پر مامور نہ کرنا۔عبداللہؓ بن جحش نے دو روزہ سفر کے بعد جب یہ فرمان کھولا تو اس میں یہ تحریر تھا:

''یہ تحریر پڑھنے کے بعد مکہ اور طائف کے درمیان نخلستان کا رخ کرنا' وہاں قریش کے قافلے کا انتظار کرنا اور اس کے حالات سے باخبر ہونا''(۶۴)

مسلمانوں کی نقل و حرکت سے صحیح واقفیت بہم نہ پہنچا سکنے اور ان کی سرگرمیوں سے مشرکین

کو ناواقف رکھنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ایک بالکل نئی چیز یعنی خفیہ خط۔مکتوب مکتوم' جس کے باعث دشمن ایسی معلومات حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا تھا جو عسکری نقطہ نظر سے اس کیلئے سودمند ہوں۔یاد رکھنا چاہیے کہ کتمان ناگہانی اور اچانک حملوں کے عوامل میں سب سے بڑا اور اہم عمل ہے اور یہ بھی ایک معلوم ومعروف حقیقت ہے کہ غیر متوقع اور اچانک حملہ جنگ کا سب سے کامیاب اور فیصلہ کن حملہ ثابت ہوا کرتا ہے۔لہذا ماننا پڑے گا کہ رازداری کی ایجادو استعمال میں مسلمانوں کو دوسروں پر تفوق اور برتری حاصل ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عہدِ جدید اور عصر حاضر میں جرمنی نے رازداری کو ایک فن بنا کر دوسری عالمگیر جنگ میں استعمال کیا۔(٦٥)

جناب نعیم صدیقی صاحب نے ان فوجی دستوں کی ترسیل پر بڑا جامع اور محققانہ تبصرہ کیا ہے موصوف لکھتے ہیں:

ان مہمات کی ترسیل تصادم کیلئے نہیں کی جاتی رہی تھی بلکہ نخلہ میں وقتی فضا کے زیر اثر مدینہ کی طے شدہ پالیسی کے خلاف جو تصادم ہوا۔اسے حضور اکرم ﷺ نے ناپسند (Discourage) فرمایا اور قیدی رہا کردیئے گئے اور مقتول کا خون بہا ادا کیا گیا۔ان سے دوسرے بہت ہی بڑے بڑے مقاصد وابستہ تھے یعنی ان مہمات کے ذریعے ریاست مدینہ کی سرحدات کی حفاظت کا انتظام رہے اور دشمن کی نقل وحرکت کا اندازہ رہے۔قریش اور دیگر قبائل کو یہ نئی حقیقت محسوس کرانا بھی مقصود تھا کہ اب یہاں باقاعدہ نظام حکومت موجود ہے اور مدینہ اس کا مرکز ہے۔

مسلم انقلابی جماعت کے رضا کار سپاہی آس پاس کے علاقہ' اس کی بستیوں' اس کے نشیب و فراز' اس کے راستوں اور اس کے چشموں سے براہ راست واقف ہوں۔

ان کو کمان کرنے' کمان میں رہ کر فرض ادا کرنے' باہم تقسیم کار اور تقسیم اوقات کرنے' تدبیریں سوچنے' وقت کے وقت فیصلے کرنے کی مہارت حاصل ہو جس کے بغیر کوئی دفاعی نظام چل نہیں سکتا۔

قریش کو محسوس ہو جائے کہ اب ان کی معاشی شاہ رگ مدینہ کے پنجے میں آچکی ہے اور وہ ان کی تجارتی شاہراہ کو روک کر ان کے کاروانوں کا گزر جب چاہیں بند کر سکتے ہیں۔

ان مہمات کی ترسیل جس تربیتی نقشے کے تحت کی گئی اس میں اہتمام تھا کہ سپاہیوں کو منظم جنگی کاروائی کی مشق ہو' وہ ایک مرکزی کمانڈ کے تحت مشین کے پرزوں کی طرح حرکت کر سکیں' صف بندی کی مشق پیدا کریں' علم اور فوجی رموز واشارات کا استعمال کرنا سیکھیں' روزہ داری اور نمازوں کی پابندی اور مشکل ترین حالات میں احکام کے مطابق ادائے فرض کر کے جفاکشی کی صلاحیت پیدا کرلیں۔اسی

کے ساتھ آپ ﷺ نے خبر رسانی کا ایک مضبوط نظام قائم فرما دیا جس کے بل پر آپ ﷺ مکہ اور گرد و پیش کے قبائل اور اپنے سرحدی علاقے کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتے۔ اسی سلسلہ میں آپ ﷺ نے مرکز ریاست کی حفاظت کیلئے دیدبانی اور پہرہ کا انتظام بھی کیا۔ (٦٦)

۹۔ مدینہ کا ایک شخص کعب بن اشرف جو بنی طے کی شاخ میں سے تھا اور اس کی ماں بنی نضیر سے تھی۔ غزوہ بدر میں کفار کی شکست کی خبر سن کر مدینہ سے نکلا اور مکہ کی طرف نکل پڑا اور اہل مکہ کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف ابھارنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر مدینہ منورہ واپس ہوا اور مسلمان عورتوں سے متعلق عاشقانہ شعر کہے اور انہیں تکلیف پہنچائی جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؟ کعب بن اشرف کی خبر لینے کیلئے کون حامی بھرتا ہے۔ جس پر بنی عبدالشہل کے نوجوان محمد بن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کی خاطر اس کیلئے تیار ہوں۔ غرض اس کے قتل کیلئے محمد بن مسلمہؓ اور اس کے چار نوجوان ساتھی متفق الرائے ہو گئے۔ ان چار نوجوانوں میں ابونائلہ بھی تھے جو کعب بن اشرف کے دودھ شریک بھائی تھے۔ ان پانچوں نوجوانوں نے ایک تدبیر کو عمل میں لا کر دشمنِ خدا کا کام تمام کر دیا۔ (٦٧)

میجر جنرل محمد اکبر خان اس واقعہ کو بجا طور پر اسلام میں گوریلا جنگ کی ابتدا کا نام دیتے ہیں اور گوریلا دستوں کے قیام کو ہر اس قوم کیلئے ضروری قرار دیتے ہیں جو کسی دوسری جنگ پسند قوم کی ہمسایہ ہو۔ (٦٨)

خلفائے راشدین اور گوریلا طریق جنگ

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کے دورِ خلافت میں خلفاء راشدینؓ نے جس حربی حکمت عملی اور فن سپہ گری سے اطرافِ عالم کی ماہر جنگی سلطنتوں کو زیر کر کے اسلام کی فوجی برتری کا جو لوہا منوایا وہ سپہ سالارِ اسلام حضرت محمد ﷺ کی اس حربی تربیت و ریاضت اور مشقت و قوتِ برداشت کا نتیجہ تھا جس کا آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اہتمام کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا آغاز بڑی مشکلات اور بڑے اہم حوادث کے ساتھ ہوا لیکن آپ ﷺ نے اپنے تدبر، عاقبت اندیشی اور مذہبی بصیرت سے ان سب پر قابو حاصل کر لیا۔ سب سے اہم انقلاب عرب کا ارتداد تھا۔ بہت سے قبائل آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے۔ دوسری جانب متعدد جھوٹے مدعیان نبوت کھڑے ہوئے۔ بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ان مشکلات کے ساتھ ساتھ موتہ کی مہم علیحدہ درپیش تھی جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض الموت میں رومیوں سے حضرت زید بن حارثہؓ کے خون کا انتقام لینے کیلئے ان کے لڑکے اسامہؓ بن زید کی ماتحتی میں شام

بھیجنے کیلئے حکم دیا تھا۔ابھی یہ مہم روانہ نہیں ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔اس حادثہ کے بعد صحابہ کرامؓ نے مخالفت کی کہ ایسی حالت میں فوج کو مرکز خلافت سے دور بھیجنا مناسب نہیں ہے۔اس مہم سے پہلے ان انقلابات کا تدارک ضروری ہے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت سختی سے انکار کیا اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مدینہ میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگیں نوچیں تب بھی میں اس مہم کو جس کی روانگی کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا نہیں روک سکتا۔(۶۹)

حضرت اسامہؓ کی فاتحانہ واپسی کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مدعیان نبوت اور مرتد امراء کے استیصال کیلئے مختلف جیوش امراء کی سربراہی میں روانہ کیے جنہوں نے ان کا قلع قمع کیا۔اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے اہم اور نازک معاملہ منکرین زکوٰۃ کا تھا۔اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی دینی بصیرت اور عرفانِ شریعت سے فرمایا ''خدا کی قسم جو شخص رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بکری کا ایک بچہ زکوٰۃ میں دیتا تھا اگر وہ اس کے دینے سے انکار کریگا تو میں اس کے مقابلہ میں جہاد کروں گا۔غرض حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت مستعدی کے ساتھ تمام منکرین زکوٰۃ قبائل کے مقابلہ میں فوجیں بھیجیں۔آپؓ کو اس معاملہ میں اتنا غلو تھا کہ بنی عبس اور بنی ذبیان کے مقابلہ میں خود گئے اور انہیں زیر کیا۔آپؓ کی اس مستعدی اور استقامت سے چند دنوں میں تمام منکرین زکوٰۃ نے زکوٰۃ ادا کر دی۔اس طرح صدیق اکبرؓ کی مذہبی بصیرت' اصابت رائے اور استقلال واستقامت سے وہ تمام فتنے جو آنحضرت ﷺ کے بعد بپا ہو گئے تھے دب گئے اور اسلام نے گویا دوبارہ زندگی پائی۔(۷۰)

آغاز اسلام سے جزیرۃ العرب دو عظیم الشان مخالف سلطنتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ایران میں ساسانی اور شام میں رومی۔دونوں حکومتیں عربوں کی پرانی دشمن تھیں اور ہمیشہ سے ان کی آزادی چھیننے کے درپے رہتی تھیں۔چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی حربی صلاحیتوں سے ان دو سلطنتوں کو زیر کرنے کیلئے دور خلافت میں بے شمار جنگیں لڑیں جن میں جنگ سلاسل' جنگ یرموک' جنگ بویب' جنگ اجنادین' جنگ قادسیہ اور جنگ نہاوند بہت اہمیت کی حامل ہیں۔چنانچہ ان ہی جنگوں میں اختیار کی گئی حربی حکمت عملی ان خلفاء راشدین کی فن حرب میں مہارت عامہ کی عمدہ مثال ہے۔

محرم ۱۲ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولید کو یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد عراق میں ایلہ کی جانب سے داخل ہونے کو لکھا جس وقت خالدؓ بن ولید عراق پہنچے تو اس وقت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے مثنیٰؓ بن حارث حضرت خالدؓ کے لشکر سے آ کر مل گئے۔ حضرت خالدؓ کے ہمراہ دس ہزار فوج تھی اور مثنیٰؓ کے ساتھ آٹھ ہزار۔ خالدؓ نے اپنے کل لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے اگلے حصے پر مثنیٰؓ کو اور درمیانی پر عدیؓ بن حاتم کو مقرر کیا اور پچھلے پر خود رہے اور فوج کے تینوں حصوں کو مختلف راستوں سے اس طرح روانہ کیا کہ ہر حصہ دوسرے حصے سے ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر تھا۔ پہلے دونوں حصوں کو حفیر نامی جگہ میں بغرض مقابلہ دشمنان دین سے مقابلے کی غرض سے جمع ہونے کا حکم دیا۔ شاہ فارس کی طرف سے اس صوبے کا گورنر ہرمز نامی ایک شخص نہایت دلیر اور نبرد آزما تھا۔ ہرمز خالدؓ کے لشکر کی آمد سن کر نہایت عجلت سے تیاری کر کے ایک منظم فوج لیے ہوئے حفیر آ پہنچا۔ انہوں نے بھاگنے کے خیال سے اپنی فوج کو چاروں طرف سے زنجیروں سے گھیر دیا تھا۔ فریقین نے حفیر کے سامنے ایک میدان میں صفوں کو منظم کیا۔ اس کے بعد خالدؓ اسلامی لشکر کی صفوں سے نکل کر میدان میں آئے اور للکار کر اپنے مقابلہ پر لڑنے والے کو طلب کیا۔ ہرمزان کی آواز سن کر میدان میں نکل آیا۔ دونوں گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے۔ خالدؓ نے ہرمز پر وار کیا۔ ہرمز نے پیچھے ہٹ کر خالدؓ پر حملہ کیا۔ خالدؓ نے اس کی تلوار چھین کر کمر سے پکڑ کر زمین پر ٹپک دیا اور قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر دشمن فوج کا دستہ حضرت خالدؓ کی طرف بڑھا لیکن حضرت قعقاعؓ نے اس دستہ پر حملہ کر کے ایک ایک کو چن چن کے مار ڈالا۔ اس کے بعد بقیہ لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ (۴۲)

اس شکست کی خبر پایہ تخت کو پہنچی تو اردشیر کو سخت رنج ہوا۔ اس نے دو ایرانی سپہ سالار اندرزغر اور بہمن جاذویہ کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ خالدؓ بن ولید کو اس کی خبر ہوئی تو وہ مقابلہ کیلئے بڑھے۔ ایرانیوں کے لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر تھوڑی سی فوج ساحل کے نشیب میں چھپا دی اور خود آگے بڑھ کر صف آرا ہوئے۔ ایرانی پہلے سے تیار تھے۔ دونوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ جب ایرانی تھک گئے تو تازہ دم مسلمانوں نے کمین گاہوں سے نکل کر حملہ کر دیا۔ ایرانی اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ہر طرف سے گھیر کر قتل کرنا شروع کر دیا اور بے شمار ایرانی مارے گئے اندرزغر جان بچا کر بھاگ نکلا لیکن کچھ دور آگے جا کر پیاس کی شدت سے مر گیا۔ (۴۳)

ظہور اسلام کے بعد شام کے رومی مسلمانوں کے سخت دشمن ہو گئے تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ایک سفیر حضرت دحیہ کلبیؓ کو جو قیصر کے پاس اسلام کا دعوت نامہ لے کر گئے تھے لوٹ لیا تھا اور دوسرے سفیر حارث بن عمرو کو شرجیل حاکم بصری نے جس کے پاس وہ خط لے کر گئے تھے قتل کر دیا تھا۔ اسی کے انتقام میں غزوہ موتہ ہوا تھا۔ غرض ظہور اسلام کے بعد سے مسلمانوں اور شامی

رومیوں کے تعلقات نہایت کشیدہ ہوگئے تھے اور مدینہ پر ان کے حملہ کا ہروقت خطرہ رہتا تھا۔ان اسباب کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کبار صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے شام پر فوج کشی کا فیصلہ کیا اور اس کے ہر ہر حصے پر علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں۔دمشق کی مہم پر یزیدؓ بن ابوسفیان، حمص پر ابوعبدیہؓ بن جراح، اردون پر شرجبلؓ بن حسنہ اور فلسطین پر عمروؓ بن العاص اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح ان سب کے سپہ سالار اعظم مقرر ہوئے۔ان فوجوں کی مجموعی تعداد ستائیس ہزار تھی۔

مسلمانوں کی فوج کشی کے وقت ہرقل والی شام حمص میں تھا اس کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو اس نے مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں۔جب مسلمانوں نے شام کی سرحد پر قدم رکھا تو انہیں قدم قدم پر رومی جتھوں کا سامنا ہوا۔ان کی کثرت سے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اطلاع دی اور مدد طلب کی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو حکم دیا کہ وہ عراق مثنیٰؓ کے ہاتھوں چھوڑ کر شام چلے جائیں۔اس حکم پر وہ فوراً شام روانہ ہوگئے۔سرزمین شام میں قدم رکھنے کے بعد سب سے پہلے بصریٰ پر فوج کشی کی۔اہل بصریٰ نے جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی۔عمروؓ بن العاص اس وقت فلسطین کے مورچہ پر تھے اور ان کے مقابلہ کیلئے اجنادین میں رومیوں کا عظیم الشان لشکر جمع تھا۔اس لئے بصریٰ سے فراغت کے بعد خالدؓ بن ولید عمرو بن العاص کی مدد کیلئے روانہ ہوئے اور رومیوں کو شکست دیکر اجنادین پر قبضہ کر لیا اس کے بعد شام کے صدر مقام دمشق پہنچے۔اور ابوعبیدہؓ کے ساتھ مل کر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔تین مہینہ تک محاصرہ جاری رہا۔ابھی محاصرہ جاری تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ ختم ہوگیا۔(۷۴)

حضرت عمر فاروقؓ کی تخت نشینی کے وقت شام وعراق دو محاذوں پر جنگ چھڑی ہوئی تھی۔اس لئے آپؓ نے سب سے پہلے ان مہموں کی طرف توجہ کی اور ابوعبیدہؓ بن مسعود ثقفی کی سرکردگی میں مجاہدین کا پہلا لشکر جہاد کی غرض سے روانہ کیا۔ابوعبیدہؓ ثقفی، مثنیٰؓ بن حارث، سعیدؓ بن عبید اور سلیطؓ بن قیس کے ہمراہ تھے۔عراق کی طرف روانہ ہوئے۔رستم نے کثیر التعداد فوج کو مقابلے کیلئے بھیجا۔اہل فارس کچھ عرصہ تک تو جم کر لڑتے رہے لیکن جب مسلمانوں کے نامی سردار ابوعبیدہؓ نے اللہ اکبر کہہ کر قدم آگے بڑھایا اور مسلمانوں کا جری لشکر بھی اللہ اکبر کہتا ہوا لشکر فارس کی طرف بڑھا تو اہل فارس کا لشکر حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔ان کی فوج تتر بتر ہوگئی۔(۷۵)

شکست خوردہ لشکر فارس مدائن میں رستم کے پاس پہنچا تو رستم نے بہمن جادویہ کو تیس ہزار فوج اور تین سو ہاتھیوں کے ساتھ حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ابوعبیدہؓ یہ سن کر کسکر سے مروحہ پہنچے۔لیکن دریائے

فرات کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے فریقین اس وقت تک لڑائی سے رکے رہے جب تک فریقین کی باہم رضامندی سے فرات پر پل تیار نہ ہو گیا۔

پل بننے کے بعد بہمن جادو یہ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے معلوم کرایا کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ سرداران لشکر اسلام کی رائے کے خلاف دریائے فرات کو عبور کر کے اہل فارس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ اہل فارس نے اپنے لشکر کے آگے ہاتھیوں کو رکھا۔ اسلامی سواروں نے حملہ کرنے کا قصد کیا تو ان کے گھوڑے سامنے ہاتھیوں کو دیکھ کر بھاگ جاتے تھے کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ہاتھی کی صورت و شکل دیکھی ہی نہ تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے چلا کر کہا اللہ کے بندو تم لوگ ہاتھیوں پر کیوں حملہ نہیں کرتے چلو بڑھ کر ان کے خرطوم کو ایک وار سے کاٹ ڈالو۔ کیا تمہاری تلواروں میں زنگ لگ گیا ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ یہ کہہ کر آگے بڑھے لپک کر ایک ہاتھی پر تلوار چلائی اور پہلے ہی وار میں اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ حضرت ابوعبیدہؓ کی یہ تیزی اور دلاوری دیکھ کر اسلامی دلاوروں نے بھی لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈ اور ٹانگیں کاٹ کر ان کے سواروں کو خاک خون کے بچھونے پر سلا دیا لیکن اتفاق سے حضرت ابوعبیدہؓ ایک ہاتھی کے پاؤں کے نیچے دب کر شہید ہو گئے۔ (۷۶)

حضرت عمر فاروقؓ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ کو کافی دکھ ہوا اور آپؓ نے عبداللہ بجلی کے ماتحتی میں ایک تازہ دم فوج روانہ کی۔ دوسری طرف مثنیٰؓ نے اپنے طور پر سرحدی قبائل کی علیحدہ ایک فوج تیار کر لی تھی۔ بولان دخت کو ان تیاریوں کی خبر ہوئی تو اس نے مہران بن جادیہ کو بارہ ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ مقابلے کیلئے بھیجا، مسلمان بویب میں خیمہ زن تھے۔ اس لئے مہران سیدھا بویب آیا۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ مسلمان اس بے جگری سے لڑے کہ قریب قریب سب نے درجہ شہادت حاصل کیا۔ مثنیٰؓ نے اپنے قبیلہ کو لے کر اس زور کا حملہ کیا کہ ایرانیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ بنی تغلب کے ایک آدمی نے مہران کو قتل کر دیا۔ مثنیٰؓ فرات کے پل کو روک کر کھڑے ہو گئے اور جتنی ایرانی سپاہ نے اس کو عبور کرنے کی کوشش کی سب کو تہ تیغ کر دیا۔ اس معرکے کے بعد مسلمان سارے عراق میں پھیل گئے۔ (۷۷)

ایرانی فوجوں کی شکست اور بربادی کی خبر پایہ تخت پہنچی تو ایرانیوں نے بولان دخت کو تخت سے اتار کر سترہ سالہ یزدگرد کو تخت نشین کیا اور فوجی انتظامات کرکے چند دنوں مین تمام قلعوں اور چھاؤنیوں کو جنگی سامان سے بھر دیا۔ حضرت عمرؓ کو یہ حالات معلوم ہوئے تو آپؓ نے تمام عرب کے

نامور بہادروں اور اہل الرائے کو مدینہ طلب کیا اور صلاح مشورے سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو سپہ سالارِ اعظم مقرر کر کے بیس (۲۰) ہزار فوج کے ساتھ ایران روانہ کیا۔ حضرت سعدؓ نے قادسیہ کا پورا نقشہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ کر آئندہ پیش قدمی کے متعلق ہدایات بھیجیں اور حکم دیا کہ جنگ سے پہلے اسلامی سفیروں کو تبلیغ اسلام کیلئے دربار ایران بھیجا جائے۔ چنانچہ یزدگرد کے پاس اسلامی سفیر بھیجے گئے جنہوں نے اس کے پاس جا کر اسلام پیش کیا لیکن اس نے جوش غضب میں کہا۔ اگر سفیروں کا قتل کرنا ناروا نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی گردن سلامت نہ لے جا سکتا اور رستم کو مسلمانوں سے جنگ کیلئے آمادہ کیا اور وہ یزدگرد کے تاکیدی احکام کے باوجود جنگ کو ٹالتا رہا کیونکہ رستم کو پہلے سے مسلمانوں کا پورا تجربہ ہو چکا تھا۔ حضرت سعدؓ اور رستم کے درمیان بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ چند آدمیوں کے ساتھ رستم کے پاس پہنچے۔ دونوں میں طویل گفتگو ہوئی۔ حضرت مغیرہؓ نے اس کو خدائے واحد کی پرستش اور نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور کہا۔ اگر قبول کرتے ہو تو فبہا ورنہ ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار کرے گی۔ یہ سن کر رستم جوش غضب سے بھر گیا اور کہا آفتاب و ماہتاب کی قسم کل طلوع صبح سے پہلے تم سب کو خاک میں ملا دوں گا۔ مغیرہؓ یہ سن کر ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' کہتے ہوئے لوٹ آئے۔ (۷۸)

رستم کو ترتیب لشکر میں مصروف دیکھ کر مسلم افواج نے بھی تیاری شروع کر دی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ان دنوں عرق النساء کی بیماری میں مبتلا تھے۔ انہوں نے خالدؓ بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ حضرت سعدؓ نے مجاہدین اسلام کو جہاد پر ابھارا اور امراء لشکر کو اہل فارس سے نبرد آزما ہونے کیلئے چوتھے نعرہ تکبیر تک انتظار کرنے کو کہا اور چوتھی دفعہ تکبیر کہتے ہوئے اعدائے دین کی صفوں میں گھس جانا۔ رستم نے لڑائی کا عنوان بدلا ہوا دیکھ کر جنگ شروع کر دی۔ دفعۃً ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف بڑھا دیا۔ مسلمانوں نے ہاتھیوں کے بڑھتے ہوئے حملے کے سیلاب کو روک دیا۔ حضرت سعدؓ کی چوتھی تکبیر کی آواز سننے سے کل افواج قاہرہ اسلامیہ نے بھی تکبیر کہتے ہوئے قدم آگے بڑھائے اور جنگ وجدال کی چکی چل رہی تھی۔ فریقین کی فوجیں ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئیں تھیں۔ فریقین میں دو دن گھمسان کا رن پڑا۔ دوسرے دن حضرت قعقاعؓ نے ایک جنگی چال چلی۔ انہوں نے دس دس اونٹوں کو ایک ایک قطار میں کر کے ان پر جھولیں ڈال دی تھیں اور ان پر بڑے ہوشیار تیر اندازوں کو بٹھا کر لشکر فارس کے سواروں پر حملہ کرنے کو کہا تھا اور ان کے گرد و پیش سواروں کو رکھا تھا۔ چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہو گئی۔ سوارانِ فارس کے گھوڑے ان مصنوعی ہاتھیوں کو دیکھ کر بے قابو ہو کر

بھاگ کھڑے ہوئے۔اہل فارس کوان مصنوعی ہاتھیوں سے اس سے زیادہ نقصان پہنچا جس قدر مسلمانوں کواصلی ہاتھیوں سے برداشت کرنا پڑا تھا۔قعقاعؓ نے تیس پیہم حملے کیے اور ہر حملے میں ان کے بڑے بڑے سرداروں کوقتل کیا۔(۷۹)

دوسرے دن دو پہر کولڑائی کا فیصلہ ہوا۔رستم نہایت پامردی سے مقابلہ کرتا رہالیکن آخر میں زخموں سے چور ہوکر بھاگا۔راستہ میں ندی میں کودکر نکل جانا چاہالیکن ایک مسلمان نے تعاقب کر کے قتل کردیا۔اس کے قتل ہوتے ہی ایرانی فوج بھاگ نکلی۔اس معرکہ میں بیس(۲۰) ہزار ایرانی مقتول ہوئے اوران کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا۔(۸۰)

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا دور بغاوتوں کے استیصال اور خانہ جنگیوں میں گزرا اور زیادہ وقت اندرونی جھگڑوں میں گزرا' تاہم آرمینیہ' آذربائیجان' ترکستان' کابل اور سندھ میں فتوحات حاصل ہوئیں لیکن ایک بات ذہن میں رکھنے کی یہ ہے کہ حضوراکرم ﷺ کے ان صحابہ کرامؓ نے متحرک طرز جنگ کواپنایا کیونکہ نفری اور ہتھیاروں کی کمی کی صورت میں یہ ایک بہترین طریقہ جنگ ہے۔جب داؤ لگا تو دشمن پر جھپٹا مارایا گھات لگائی۔اگر دشمن پر کامیابی حاصل ہوگئی تو بہتر اگر حالات خراب ہونے لگے تو بروقت وہاں سے طریقے کے ساتھ اٹھ کرکسی اور جگہ دفاعی پوزیشن لے لی۔جگہ کے علاوہ موقع اورمحل کے استعمال میں ایسا ربط ضروری ہوتا ہے کہ اپنا کم سے کم نقصان ہواور دشمن کا زیادہ سے زیادہ نقصان ہو ریگستان یا کھلا علاقہ اس طرزِ جنگ کیلئے نہایت ہی موزوں ہے۔

فقہ اسلامی اور گوریلا جنگ وجدل

قرآن وحدیث اور سنت نبوی ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے طرزِ عمل سے مقاصد جنگ کے حصول کیلئے حربی حکمت عملی بشمول گوریلا طریق جنگ وجدل کے چند نادر اور فقید المثال عملی نمونوں کو بیان کرنے کے بعد یہ کوشش کرتے ہیں کہ فقہائے کرامؒ کی گوریلا طریق جنگ کے متعلق کیا تصریحات ہیں لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جہاد لازم ہی اس لیے ہوا ہے کہ کلمۃ اللہ کو بلند کیا جائے اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے امام پرواجب ہے کہ وہ جنگ کیلئے تیار رہے اور ہر علاقے اور ہر سرحد پر حکام مقرر کرے۔چنانچہ حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہؒ کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔امام موصوف لکھتے ہیں:

"ویجب علی الامام ان ینظرفی اسباب ظھورشوکۃ المسلمین وقطع ایدی الکفارعنھم ویجتھدویتامل فی ذالک فیفعل ما

ادی الیه اجتہادہ مماعرف هواونظیره عن النبی ﷺ وخلفائه لان الامام انماجعل لمصالح ولاتتم الابذاك والاصل فی هذا الباب سیرالنبی ﷺ ونحن نذکرحاصل احادیث الباب فنقول یجب ان یشحن ثغور المسلمین بجیوش یکفون من یلیهم ویؤمرعلیهم رجلاشجاعاذارای ناصحاللمسلمین وان احتاج الی حفرِخندق اوبناء حصن فعله کمافعله رسول اللهﷺ یوم خندق واذابعث سریة امرعلیهم افضلهم او انفعهم للمسلمین واوصاه فی نفسه وبجماعة المسلمین خیراًکماکان رسول اللهﷺ یفعل''(۸۱)

(اورامام پرواجب ہے کہ مسلمانوں کی شوکت ظاہر ہونے اور کافروں کے زیر کرنے کے اسباب پرغور کرے اور اس میں خوب تامل واجتہاد سے کام لے۔چنانچہ اس کا اجتہاد جس طرف رہنمائی کرے اس پرعمل کرے۔جبکہ یہ اور اس کے نظائرحضور نبی اکرمﷺ اورآپ کے خلفائے کرامؓ سے ثابت ہوں۔اس لیے کہ امام تومصالح کی خاطر بنایا گیا ہے اوراس کے بغیر مصلحتیں مکمل نہیں ہوسکتیں اوراس باب میں اصل حضوراکرمﷺ کی سیرت طیبہ ہے۔اس باب کی احادیث کا ہم خلاصہ بیان کرتے ہیں۔پس ہم کہتے ہیں یہ واجب ہے کہ مسلمانوں کی سرحدوں کی اس قدرفوج کے ساتھ حفاظت کی جائے کہ جوآس پاس کے اعدائے اسلام کیلئے کافی ہواوران پرکسی بہادراور صاحب رائے آدمی کوامیر بنایا جائے جومسلمانوں کونصیحت کرنے والا ہواوراگرخندق کھودنے یا کوئی قعلہ تعمیر کرنے کی ضرورت ہوتو وہ کرے جیسے کہ جناب رسول اللہﷺ نے غزوہ خندق کے دن خندق کھدوائی اور جب کوئی چھوٹا لشکر بھیجے تو ان پرافضل کو مسلمانوں کیلئے زیادہ نفع بخش کوامیر بنائے اوراسے اپنی ذات میں اورمسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرے جیسے کہ جناب رسول اللہﷺ کیا کرتے تھے۔

فتاوی عالمگیری کے فقہائے کرامؒ لکھتے ہیں:

''اگرامام کوئی لشکرروانہ کرے تو چاہیے کہ ان پرکوئی شخص امیر مقرر کردے اورایسے ہی آدمی کوان پرامیر مقرر کردے جواس کے واسطے صالح ولائق ہویعنی لڑائی کے کام میں

خوش تدبیر ہو۔ یہ مبسوط میں ہے اور یہ روا ہے کہ اگر امام کسی فاسق کو تدبیر لڑائی میں زیادہ لائق پائے تو اس کو امیر مقرر کر دے۔ یہ عتابیہ میں ہے" (۸۲)

امام محمدؒ نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے کہ امام المسلمین ایک مرد کو یا دو کو یا تین کو سریہ بنا کر روانہ کرے بشرطیکہ اکیلا یا دو تین اس کی طاقت رکھتا ہو۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ (۸۳)

فن حرب میں سپہ سالارِ لشکر یا امیرِ لشکر کی ذہانت و عقلمندی، حربی مہارت، بلند ہمتی اور بسالت و شجاعت جیسی عظیم صفات بہت اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ سپہ سالار کی یہی صفات فوج میں قوت و توانائی کو ابھارتی ہیں اور موقع اور محل کے لحاظ سے مناسب اور عمدہ جنگی حکمت عملی اپنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ہمارے فقہائے کرامؒ نے امیر لشکر کیلئے فن حرب میں قابلیت و صلاحیت خوش تدبیری اور بہادری کو اسی لیے ضروری قرار دیا ہے تا کہ وہ اسلام کے مقاصد جنگ کو حاصل کرنے کی غرض سے وقت اور جگہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی شان و شوکت کیلئے جو جنگی حکمت عملی موزوں سمجھے وہی اختیار کرے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سپہ سالارِ اسلام حضرت محمد ﷺ اور آپ کے بہادر اور فنِ حرب کے ماہر خلفائے راشدینؓ نے وقت اور مقام کے لحاظ سے اسلام کی دشمن طاقتوں کو نیست و نابود کرنے اور ان کی قوت ارادی کو تہس نہس کرنے کیلئے وسیع اور محدود دونوں پیمانوں پر بے مثل اور محیر العقول حربی چالوں اور ترکیبوں کو استعمال میں لا کر فوجی عددی قوت اور آلات حرب و ضرب کی کمی کے باوجود اطراف عالم میں اسلام کی فوجی برتری کا لوہا منوایا اور یہی وہ نتائج ہیں جو ایک کامیاب گوریلا طریق جنگ کے مقصودات کی تکمیل کرتے ہیں۔ پھر یہ مقصودات جو خالص نظریاتی نوعیت کے تھے۔ ان میں بھی اعلیٰ اخلاقی مقاصد کے حصول کیلئے بنیادی اور دور رس اصلاحات کا عملی نمونہ پیش کیا۔ حدیث مبارکہ ہے:

"عن انسؓ بن مالك ان رسول الله ﷺ قال انطلقوا بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله لا تقتلوا شيخا فانيا ولا صغيرا ولا امراة ولا تغلوا وضموا غنائمكم واصلحوا واحسنوا ان الله يحب المحسنين" (۸۴)

(حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نام اور اس کی امداد اور رسول خدا ﷺ کی ملت میں رہتے ہوئے روانہ ہو جاؤ۔ کسی شیخ فانی، چھوٹے بچے اور عورت کو قتل نہ کرو، مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور تمام مال غنیمت کو اکٹھا کرو۔ اصلاح اور احسان کرو کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

حوالہ جات

1- Encyclopaedia Americana vol.13 page 558

2- The New Encyclopaedia Britannica vol.5 page 554

3- Collier's Encyclopaedia vol.16 page 240

4- Webester's third new International Dictionary page 108

5- Webester's third New International Dictionary page 108

6- The new Encyclopaedia Britannica vol.8 page 458

7- The world Book Encyclopaedia vol.8 page 408

8- Encyclopaedia Americana vol.13 page 558

9- The world Book Encyclopaedia vol.8 page 406

10- Encyclopaedia Americana vol.13 page 558

11- Collier's Encyclopaedia vol.16 page 242

۱۲۔ سورۃ النساء:۷۱

۱۳۔ سورۃ التوبہ:۴۱

۱۴۔ احسان بی اے رسول اللہ ﷺ میدان جہاد میں ص ۲۲۳ برادر پبلشرز لاہور

۱۵۔ محمود شیت خطاب الرسول القائد (ترجمہ) آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار (مترجم) رئیس احمد جعفری ص ۳۰

۱۶۔ ایضاً ص ۵۶۴

مذکورہ حربی اصطلاحات کی مختصر وضاحت:

(الف) مقصد کو متعین کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا: ہر جنگی حرکت میں ضروری ہے کہ **مقصد کو** اختیار کیا جائے اور اس کی تعریف واضح طور پر ذہن میں موجود ہو۔ نہائی مقصد یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے جنگی ارادے کو توڑ دیا جائے۔ ضروری ہے کہ جنگ کے ہر حصے کو ملاحظہ کیا جائے اور ہر حصہ علیحدہ طور پر اس اعلیٰ مقصد کی طرف متوجہ ہو اور اس میں ہر حصے کا ایک محدود مقصد ہوتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس کو واضح طور پر معلوم کیا جائے۔

(ب) دشمن پر حملہ کرنا: جس کا مطلب ہے دشمن کو ختم کرنے کیلئے اس پر حملہ کرنا اور یہ ظاہر ہے کہ

کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک دشمن پر خود حملہ نہ کر دیا جائے۔

(ج) غیر متوقع اور ناگہانی حملہ: اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسا موقف اختیار کر لیا جائے جس کی دشمن کو کوئی توقع نہ ہو اور نہ وہ اس کیلئے تیار ہو۔ اس سلسلے میں اخفاء سب سے بڑا ذریعہ ہے جو ناگہانی اور غیر متوقع حملہ تک پہنچا سکے۔

(د) طاقت فراہم کرنا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی سب سے بڑی طاقت یعنی جسمانی اور مادی کو اکٹھا کیا جائے اور ان سے ہر وقت اور ہر جگہ میں کام لیا جائے۔

(ھ) سامان جنگ کی تکمیل: بحالی امن کیلئے کم از کم طاقت استعمال کی جائے یا دشمن کے انتباہ کو کسی دوسری طرف پھیرنے کیلئے یا اپنے سے بڑے دشمن کی طاقت کو روکنے کیلئے کم قوت سے کام لیا جائے اور اپنے مقصود کو حاصل کر لیا جائے۔

(و) امن: یعنی دشمن سے مامون رہنے کیلئے ضروری ہے کہ اپنی قوت اور مواصلات کی نگہبانی کی جائے تا کہ دشمن اچانک حملہ نہ کر سکے۔ نیز یہ کہ دشمن کو معلومات حاصل کرنے سے روکا جائے۔

(ز) لشکر کشی نقل و حرکت کی قابلیت کا نام ہے۔ یہ صرف قوت حرکت ہی کو متضمن نہیں ہے بلکہ یہ عمل سریع کو بھی شامل ہے۔

(ح) تعاون: تمام فوجوں اور ہر قسم کے کارکنوں کا ایک ہی مقصد کی طرف رخ کرنا ہے تا کہ اپنے مقصد پر پہنچا جا سکے۔

(ط) معنویات کا بندوبست: معنویات کی تعریف ان الفاظ سے بیان کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک تجربہ کار اور مشاق لشکر کو دوسری جماعتوں سے الگ کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ محبت کی بناء پر اطاعت قائم رہتی ہے اور جنگ کے وقت شجاعت ظاہر ہوتی ہے اور مشکلات برداشت کرتے وقت صبر کا مظاہرہ ہوتا ہے اور تمام وہ خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں جو ایک فوجی کو فرمانبردار بہادر اور صابر بنا دیتی ہیں۔ عزم و استقلال اور مورال حد درجہ بلند ہوتا ہے۔

(ی) جنگ کے دوران پیش آنے والے امور کا فیصلہ: حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ امور ادار یہ کا خصوصی اہتمام فرمایا اور تمام مسلمانوں نے مجاہدین کے سامان میں ہمیشہ تعاون کیا (آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار، ص ۵۶۵ سے ۵۸۳)

۱۷۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ، ص ۳۴۹، الفیصل، اردو بازار، لاہور

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، ص ۲۱۱۔۲۱۲، پروگریسو بکس، لاہور

۲۰۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل' سیرۃ الرسول ﷺ مترجم مولانا محمد وارث کامل' ص ۳۱۳' مکتبہ کارواں' لاہور
۲۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد' رسول رحمت ﷺ ص ۱۶۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور
۲۲۔ ابن خلدون' تاریخ ابن سعد حصہ اول ص ۹۷' نفیس اکیڈمی کراچی
ابن سعد' طبقات ابن سعد حصہ اول ص ۳۷۸ مترجم علامہ عبداللہ العماوی' نفیس اکیڈمی' کراچی
ابن ہشام' سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی' حصہ دوم' ص ۲۷' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور
۲۳۔ محمود شیت خطاب' الرسول القائد' ترجمہ آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار مترجم رئیس احمد جعفری'
ص ۱۴۶۔۱۴۷
۲۴۔ ابن سعد' طبقات ابن سعد' حصہ اول' مترجم علامہ عبداللہ العمادی' ص ۳۵۵' نفیس اکیڈمی' کراچی
۲۵۔ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ' مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم' باب القتال فی الجهاد' ص ۲۴۳
مکتبہ رحمانیہ' لاہور
۲۶۔ محمود شیت خطاب' الرسول القائد ترجمہ آنحضرت بحیثیت سپہ سالار' مترجم رئیس احمد جعفری' ص ۱۴۷۔۱۴۸
۲۷۔ ابن سعد' طبقات ابن سعد' حصہ اول' مترجم علامہ عبداللہ العمادی' ص ۴۱۲' نفیس اکیڈمی' کراچی
۲۸۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل' سیرۃ الرسول ﷺ مترجم مولانا محمد وارث کامل' ص ۴۰۷' مکتبہ کارواں' لاہور
۲۹۔ محمود شیت خطاب' الرسول القائد ترجمہ آنحضرت بحیثیت سپہ سالار' مترجم رئیس احمد جعفری' ص ۲۷۵
۳۰۔ امام بخاری' صحیح بخاری شریف مترجم' جلد دوم' کتاب الجہاد والسیر' ص ۱۳۶'
مطبع سعیدی قرآن محل کراچی
۳۱۔ ابن خلدون' تاریخ ابن سعد حصہ اول ص ۱۲۲۔۱۲۳' نفیس اکیڈمی کراچی
۳۲۔ ابن سعد' طبقات ابن سعد' حصہ اول' مترجم علامہ عبداللہ العمادی' ص ۳۵۴' نفیس اکیڈمی' کراچی
۳۳۔ ابن ہشام' سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی' حصہ دوم' ص ۴۶۹' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور
ابن قیم' زادالمعاد حصہ دوم' مترجم: رئیس احمد جعفری' ص ۲۸۳' نفیس اکیڈمی' کراچی
۳۴۔ ابن ہشام' سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی' حصہ دوم' ص ۶۲۰' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور۔
ابن سعد' طبقات ابن سعد' حصہ اول' مترجم علامہ عبداللہ العمادی' ص ۵۰۵' نفیس اکیڈمی' کراچی
۳۵۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل' سیرۃ الرسول ﷺ مترجم مولانا محمد وارث کامل' ص ۵۶۴' مکتبہ کارواں' لاہور
۳۶۔ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ' مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم' باب القتال فی الجهاد' ص ۲۴۲
مکتبہ رحمانیہ' لاہور
۳۷۔ ابن قیم' زادالمعاد حصہ دوم' مترجم: رئیس احمد جعفری' ص ۲۸۶' نفیس اکیڈمی' کراچی

۳۸۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل، سیرۃ الرسول ﷺ مترجم مولانا محمد وارث کامل، ص ۵۲۰، مکتبہ کارواں، لاہور
۳۹۔ امام مسلم، صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد پنجم، کتاب الجہاد والسیر، باب فتح مکہ، ص ۴۸، حذیفہ اکیڈمی لاہور
۴۰۔ محمود شیت خطاب، الرسول القائد ترجمہ آنحضرت بحیثیت سپہ سالار، مترجم رئیس احمد جعفری، ص ۵۷۱
۴۱۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی، حصہ دوم، ص ۳۹۴، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۴۲۔ محمود شیت خطاب، الرسول القائد ترجمہ آنحضرت بحیثیت سپہ سالار، مترجم رئیس احمد جعفری، ص ۵۷۲
۴۳۔ امام مسلم، صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد پنجم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوہ خیبر، ص ۶۱، حذیفہ اکیڈمی لاہور
۴۴۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی، حصہ دوم، ص ۳۹۴، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
ابن سعد، طبقات ابن سعد، حصہ اول، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، ص ۴۴۸، نفیس اکیڈمی، کراچی
ڈاکٹر محمد حسین ہیکل، سیرۃ الرسول ﷺ مترجم مولانا محمد وارث کامل، ص ۴۷۹، مکتبہ کارواں، لاہور
۴۵۔ محمود شیت خطاب، الرسول القائد ترجمہ آنحضرت بحیثیت سپہ سالار، مترجم رئیس احمد جعفری، ص ۵۷۲
۴۶۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی، حصہ دوم، ص ۵۸۵، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۴۷۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسان کامل ﷺ ص ۲۹۶، الفیصل، اردو بازار لاہور
۴۸۔ ابن سعد، طبقات ابن سعد، حصہ اول، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، ص ۳۲۲۔۳۲۳، نفیس اکیڈمی، کراچی
۴۹۔ سورۃ الانفال: ۶۵
۵۰۔ سورۃ الانفال: ۶۰
۵۱۔ امام مسلم، صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد پنجم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوہ خیبر، ص ۱۲۵، حذیفہ اکیڈمی لاہور
۵۲۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی، حصہ دوم، ص ۵۲۶، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
رضوان نے قبول اسلام کیلئے مہلت مانگی تھی اور مہلت دے دی گئی تھی۔ یہ واقعہ مہلت ہی کے زمانے کا ہے۔
۵۳۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی، حصہ دوم، ص ۵۷۹، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۵۴۔ محمود شیت خطاب، الرسول القائد ترجمہ آنحضرت بحیثیت سپہ سالار، مترجم رئیس احمد جعفری، ص ۶۰۳
۵۵۔ ابن سعد، طبقات ابن سعد، حصہ اول، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، ص ۳۴۴، نفیس اکیڈمی، کراچی

۵۶۔ ایضاً
۵۷۔ ایضاً ص ۳۴۵
۵۸۔ ایضاً ص ۳۴۵۔۳۴۶
۵۹۔ پروفیسر محمد صدیق قریشی، رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ ص ۲۵۸، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۶۰۔ ابن سعد، طبقات ابن سعد، حصہ اول، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، ص ۳۴۷، نفیس اکیڈمی، کراچی
۶۱۔ علامہ ابن خلدون، تاریخ ابن سعد حصہ اول ص ۷۷، نفیس اکیڈمی کراچی
۶۲۔ ابن سعد، طبقات ابن سعد، حصہ اول، مترجم علامہ عبداللہ العمادی، ص ۳۴۸، نفیس اکیڈمی، کراچی
۶۳۔ محمود شیت خطاب، الرسول القائد ترجمہ آنحضرت بحیثیت سپہ سالار، مترجم رئیس احمد جعفری، ص ۱۱۳
۶۴۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل، سیرۃ الرسول ﷺ مترجم مولانا محمد وارث کامل، ص ۳۱۹، مکتبہ کارواں، لاہور
۶۵۔ محمود شیت خطاب، الرسول القائد ترجمہ آنحضرت بحیثیت سپہ سالار، مترجم رئیس احمد جعفری، ص ۱۱۴
۶۶۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ، ص ۳۶۲۔۳۶۳، الفیصل، اردو بازار، لاہور
۶۷۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی، حصہ دوم، ص ۳۳۔۳۴، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۶۸۔ احسان بی اے، رسول اللہ ﷺ میدان جنگ میں، ص ۱۰۹، برادرز پبلشرز، لاہور
۶۹۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام جلد اول، ص ۱۳۵، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۷۰۔ ایضاً ص ۱۳۶
۷۱۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام جلد اول، ص ۱۳۸، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۷۲۔ علامہ ابن خلدون، تاریخ ابن سعد حصہ اول ص ۲۵۴، نفیس اکیڈمی کراچی
۷۳۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام جلد اول، ص ۱۴۱، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۷۴۔ ایضاً ص ۲۹۲۔۲۹۳
۷۵۔ علامہ ابن خلدون، تاریخ ابن سعد حصہ اول ص ۲۸۹۔۲۹۰، نفیس اکیڈمی کراچی
۷۶۔ ایضاً ص ۱۴۶۔۲۹۳
۷۷۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام جلد اول، ص ۱۶۲۔۱۶۳، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۷۸۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام جلد اول، ص ۱۶۵، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
۷۹۔ علامہ ابن خلدون، تاریخ ابن سعد حصہ اول ص ۳۱۹، نفیس اکیڈمی کراچی
۸۰۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، تاریخ اسلام جلد اول، ص ۱۶۷، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

۸۱۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، جلد دوم، مترجم: مولانا محمد منظور الوجیدی، ص ۹۰۸، شیخ غلام علی اینڈ سنز

۸۲۔ جماعت علمائے ہند، فتاوی عالمگیری، مترجم: مولانا سید امیر علی مرحوم جلد سوم، کتاب السیر، باب اول، ص ۳۴۰، قانونی کتب خانہ کچہری روڈ، لاہور۔

۸۳۔ ایضاً ص ۳۴۲

۸۴۔ امام داؤد سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد (مترجم) جلد دوم، باب فی دعا المشرکین، ص ۳۲۹، مطبع سعیدی، کراچی۔